4 S.R

کتاب وسنت کی روشنی میں

مفہوم، فضائل، انواع واقسام اور آداب

تالیف الفقیر الی اللہ تعالی

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

ترجمہ

حافظ محمد اسحاق زاھد

نظر ثانی

ڈاکٹر حافظ محمد محمود شریف

مبلغ وزارت اسلامی امور ودعوت وارشاد

نماز نفل

کتاب وسنت کی روشنی میں
مفہوم، فضائل، انواع واقسام اور آداب

تألیف الفقیر الی اللہ تعالیٰ
د. سعید بن علی بن وهف القحطانی

ترجمہ
حافظ محمد اسحاق زاهد

نظر ثانی
ڈاکٹر حافظ محمد محمود شریف
مبلغ وزارت اسلامی امور ودعوت وارشاد

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
القحطاني، سعيد بن علي بن وهف
صلاة التطوع ./ سعيد بن علي بن وهف القحطاني - ط٢.-
الرياض، ١٤٢٦هـ
١٨٨ ص؛ ١٢×١٧ سم
ردمك: ١ -٢٧٦ - ٤٩ - ٩٩٦٠
(النص باللغة الأردية)
١- صلاة التطوع ٢- النوافل أ- العنوان
ديوي ٢٥٢,٢٩ ١٤٢٦/٤٦٥٠

رقم الإيداع: ١٤٢٦/٤٦٥٠
ردمك: ١ - ٢٧٦ - ٤٩ - ٩٩٦٠

الطبعة الثانية

١٤٢٧هـ - ٢٠٠٦م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة

إن الحمد لله ، نحمده ، ونستعينه ، ونستغفره ،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له ، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، صلى الله عليه وعلى آله وصحبه أجمعين ، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وسلم تسليما كثيرا .....أما بعد:

یہ مختصر رسالہ نماز نفل کے بارے میں ہے، جس میں میں نے نماز نفل کا مفہوم، اس کی فضیلت، انواع واقسام اور اس کے متعلق ہر وہ مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا ہے جس کی کسی بھی مسلمان کو ضرورت پڑ سکتی ہے.

اور میں نے اس میں اپنے استاذ سماحۃ الشیخ، الإمام، العلامۃ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی ترجیحات سے کافی حد تک استفادہ کیا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی قبر کو منور فرمائے اور الفردوس الأعلی میں ان کے درجات بلند فرمائے.

اور میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی میری اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے بابرکت اور اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے، اور اسے میرے لئے میری زندگی میں اور میری موت کے بعد بھی نفع بخش بنائے، اور اسی طرح اس کے ذریعے ہر اس شخص کو نفع پہنچائے جس کے پاس میری یہ کتاب پہنچے، یقیناً اللہ تعالی ہی وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے

سوال کیا جائے ،اور وہ سب سے معزز ہے جس سے امید رکھی جائے ،اور وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے.

وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله وخيرته من خلقه ، نبينا وإمامنا وقدوتنا محمد بن عبد الله وعلى آله وأصحابه ، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين .

مؤلف

یہ تحریر بروز ہفتہ بتاریخ ۲۰/۱۱/۱۴۲۰ھ کو قبل از نماز مغرب لکھی گئی.

نمازنفل

❶ **نفل کا مفہوم:** نفل اس کام کو کہتے ہیں جو مسلمان پر فرض نہ ہواور وہ اسے اپنی خوشی سے انجام دے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾[البقرة:۱۸۴]

ترجمہ: ''اور جوشخص اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے''.

❷ نمازنفل کے فضائل

① نمازنفل فرض نمازوں کومکمل کرتی اوران کے نقص کو پورا کرتی ہے

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

(أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ ، فَإِنْ كَانَ أَتَمَّهَا كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَتَمَّهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ : اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَتُكْمِلُوْنَ بِهَا فَرِيْضَتَهُ ، ثُمَّ الزَّكَاةُ كَذٰلِكَ ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ)

ترجمہ: ''روزِ قیامت بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے، اگراس نے اسے مکمل کیا ہوگا تو وہ اسے کیلئے مکمل لکھ دی جائے گی، اور اگراس نے اسے مکمل نہیں کیا ہوگا تو اللہ تعالی فرشتوں کوحکم دے گا: ذرا دیکھو، میرے بندے نے کوئی نفل نماز بھی پڑھی تھی یا نہیں؟ (اگرنفل نماز پڑھی تھی تو) اس کے ذریعے اس کی فرض نمازوں کومکمل کردو، پھرزکاۃ کا اوراس کے بعد باقی تمام اعمال کا حساب بھی

اسی طرح سے لیا جائے گا"۔

[ابوداؤد:۸۶۴،ابن ماجۃ:۱۴۲۵۔وصححہ الألبانی]

② نماز نفل کے ذریعے درجات بلند ہوتے اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(عَلَيْکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ ، فَإِنَّکَ لاَ تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلاَّ رَفَعَکَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْکَ بِهَا خَطِيْئَةً)

ترجمہ: "تم زیادہ سے زیادہ سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ تعالی کی رضا کیلئے ایک سجدہ کروگے تو وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند کردے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹادے گا"

[مسلم:۴۸۸]

③ کثرتِ نوافل نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے

حضرت ربیعہ بن کعب الأسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گذارتا تھا، ایک رات میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور آپ کی ضرورت کی اشیاء لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سوال کرو" میں نے کہا: میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ داخل ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: بس یہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(فَأَعِنِّيْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ)

"تم کثرتِ سجود کے ذریعے اپنے نفس پر میری مدد کرو" [مسلم:۴۸۹]

④ نماز نفل جہاد کے بعد بدنی نوافل میں سب سے افضل عمل ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ)

ترجمہ: ''تم استقامت اختیار کرو، اورتم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، اور اس بات پر یقین کرلو کہ تمہارا بہترین عمل نماز پڑھنا ہے، اور ایک سچا مومن ہی ہمیشہ وضو کی حالت میں رہتا ہے''. [ابن ماجہ: ۲۷۷۔ وصححہ الألبانی]

یاد رہے کہ نوافل میں سے سب سے افضل نفلی عمل کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک علم سب سے افضل نفلی عبادت ہے، اور امام احمدؒ کے صحیح ترین قول کے مطابق جہاد سب سے افضل ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک نماز سب سے افضل ہے.

تاہم صحیح یہ ہے کہ اس کا دار و مدار مختلف احوال اور مختلف اوقات پر ہے، کیونکہ فوری مصلحت اور ضرورت کے مطابق ہوسکتا ہے کہ علم افضل ہو، اور ہوسکتا ہے کہ جہاد افضل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز افضل ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ علم بھی جہاد ہی کی ایک قسم ہے، کیونکہ پوری شریعت کا دار و مدار علم پر ہے، اور جہاد بھی علم پر مبنی ہے، اسی لئے امام احمدؒ کہتے ہیں کہ طلب علم اس شخص کیلئے سب سے افضل عمل ہے جس کی نیت درست ہو، اور جب ان سے پوچھا گیا کہ نیت کیسے درست ہوتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ یہ نیت کرے کہ وہ تواضع اختیار کرے گا اور اپنے آپ سے جہالت کو دور کرے گا، اور اس سے مراد نفلی علم ہے، نہ کہ فرضی.

[الانصاف مع المقنع والشرح الکبیر:۴/۱۰۰، الأخبار العلمیۃ من الاختیارات الفقہیۃ لابن تیمیہ: ۹۶، حاشیۃ الروض المربع لابن قاسم: ۲/۱۷۹، الشرح الممتع لابن عثیمین: ۴/۶۔۷، کتاب العلم لابن عثیمین: ۲۵۔۳۲، معالم فی طریق طلب العلم للسدحان: ۱۳۔۱۵]

⑤ نماز نفل گھر میں برکت لاتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَضَىٰ أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِيْ مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيْبًا مِنْ صَلَاتِهِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں نماز پڑھے تو وہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کیلئے بھی رکھے، کیونکہ گھر میں کچھ نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ گھر میں خیر وبھلائی لاتا ہے'' [مسلم:۷۷۸]

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ)

ترجمہ: ''اے لوگو! تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے، سوائے فرض نماز کے'' ۔

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

(فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ)

ترجمہ: ''تم اپنے گھروں میں بھی نماز ضرور پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہ

ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے، سوائے فرض نماز کے''. [البخاری:۷۳۱، مسلم:۷۸۱]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا)

ترجمہ: ''تم کچھ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو، اور انہیں قبرستان مت بناؤ''

[البخاری:۴۳۲، مسلم:۷۷۷]

امام نوویؒ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے گھر میں نماز نفل پڑھنے کی ترغیب دی، اس لئے کہ اس طرح انسان ریاکاری سے دور رہتا ہے اور اس کی نماز اعمال ضائع کرنے والے امور سے زیادہ محفوظ رہتی ہے، اور اس لئے کہ تاکہ گھر میں برکت آئے، اللہ تعالی کی رحمت نازل ہو، اور فرشتے آئیں اور شیطان بھاگ جائے''[شرح مسلم:۶/۳۱۴]

⑥ نفلی عبادت بندے کی طرف اللہ تعالی کی محبت کھینچ لاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَیْهِ ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهِ ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ)

ترجمہ: ''اللہ تعالی فرماتا ہے: جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ سب سے زیادہ میرا تقرب اس چیز کے ساتھ

حاصل کرسکتا ہے جسے میں نے اس پر فرض کیا ہے، (یعنی فرائض کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرنا ہی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے)، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کر لیتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان' جس کے ذریعے وہ سنتا ہے' اور اس کی آنکھ' جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے' اور اس کا ہاتھ جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں' جس کے ذریعے وہ چلتا ہے' ان تمام اعضاء کو اپنی اطاعت میں لگا دیتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور بالضرور عطا کرتا ہوں، اور اگر وہ میری پناہ طلب کرتا ہے تو میں یقیناً اسے پناہ دیتا ہوں'' [البخاری:۶۵۰۲]

اور اس حدیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ فرائض پر ہیشگی کرنے سے بندے کو اللہ تعالی کی محبت نصیب ہوتی ہے، اور فرائض کے بعد نفلی نماز، نفلی روزہ، صدقہ، نفلی حج اور اس کے علاوہ باقی نفلی عبادات پر ہیشگی کرنے سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہوتا ہے.
[فتح الباری ۱۱/۳۴۳]

⑦ نفلی نماز سے اللہ تعالی کا شکر ادا ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے:

(**اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا**) ''کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟''

[البخاری:۴۸۳۷، مسلم:۲۸۲۰]

اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو گیا، آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کردی ہیں، پھر بھی آپ اتنا لمبا قیام کرتے ہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا**) ''کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں؟''

[البخاری:٤٨٣٦، مسلم:٢٨١٩]

❸ نماز نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت رکھنے کے باوجو نماز نفل بیٹھ کر پڑھی جا سکتی ہے، اور امام نوویؒ کا کہنا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے، [شرح صحیح مسلم ٦/ ٢٥٥].
اور یہ بھی درست ہے کہ نماز نفل کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر اور کچھ حصہ بیٹھ کر ادا کیا جائے، لیکن فرض نماز میں قیام فرض ہے، جو شخص طاقت کے باوجود کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے.[شرح صحیح مسلم ٦/ ٢٥٦، ٢٥٨]

اور اس بارے میں احادیث ثابت ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ رات کو نو رکعات پڑھتے جن میں نماز وتر شامل ہوتی، اور آپ ﷺ کھڑے ہو کر لمبا قیام فرماتے اور پھر بیٹھ کر بھی لمبی نماز پڑھتے، اور جب آپ کھڑے ہو کر قراءت کرتے تو رکوع وسجود میں بھی قیام کی حالت سے جاتے، اور جب آپ بیٹھ کر قراءت کرتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھ کر کرتے ...[مسلم:٧٣٠]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی رات

کی نماز میں بیٹھ کر قراءت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے تو آپ بیٹھ کر قراءت فرماتے، یہاں تک کہ جب کسی سورت کی تیس چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ان کی قراءت کرکے رکوع میں چلے جاتے.[البخاری:۱۱۱۸،۱۱۱۹، مسلم:۱۱۴۸]

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا شروع کردی، اور آپ کسی سورت کی قراءت شروع کرتے تو اسے ترتیل کے ساتھ پڑھتے یہاں تک کہ وہ انتہائی لمبی ہو جاتی.[مسلم:۷۳۳]

اور جب طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(صَلاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلاةِ)

ترجمہ: ''کسی شخص کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے''[مسلم:۷۳۵]

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)

ترجمہ: ''اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے، اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملتا ہے، اور جو آدمی لیٹ کر نماز پڑھتا ہے اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا ثواب ملتا ہے''.[البخاری:۱۱۱۵]

اور امام الخطابیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ نفل نماز پڑھنے والا شخص بیٹھ کر نہ پڑھے، کیونکہ بیٹھ کر فرضی نماز پڑھنے کی اجازت تو صرف اس مریض کیلئے ہے جس کیلئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مشقت ہو، اور اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کے آدھے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے، تو اس کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جواز کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے.... اور جو شخص لیٹ کر نمازِ نفل پڑھے باوجودیکہ وہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی نے اس کی رخصت نہیں دی.

[فتح الباری: ۲/ ۵۸۵، اور میں نے امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کو امام الخطابیؒ کے اس کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے سنا تھا کہ یہی بات سب سے زیادہ قریب ہے، اور رہا وہ شخص جس کو فرض نماز میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو اس کیلئے کامل اجر ہے، اور نفلی نماز پڑھنے والے شخص کو بغیر عذر کے لیٹ کر نماز نہیں پڑھنی چاہیئے]

اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ آلتی پالتی مار کر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے. [النسائی: ۱۶۶۱۔ وصححہ الألبانی]

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کی تین حالتیں تھیں:

۱۔ بحالتِ قیام (اور زیادہ تر آپ ﷺ اسی حالت میں نماز پڑھتے تھے).

۲۔ کبھی کبھی آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے اور اسی حالت میں رکوع بھی کرتے.

۳۔اور کبھی کبھی آپ ﷺ بیٹھ کر قراءت کرتے اور جب آپ کی قراءت کا کچھ حصہ باقی ہوتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور رکوع بحالتِ قیام فرماتے.اور یہ تینوں حالتیں آپ ﷺ سے ثابت ہیں.[زادالمعاد:۱/۳۳۱]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے سنا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام روایات کو جمع کیا جائے تو آپ ﷺ کی رات کی نماز کی چار کیفیات سامنے آتی ہیں:

۱۔کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور کھڑے ہو کر ہی رکوع کرتے.

۲۔بیٹھ کر قراءت کرتے، پھر جب تیس/ چالیس کے قریب آیات باقی ہوتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور قراءت مکمل کر کے رکوع میں چلے جاتے.

۳۔بیٹھ کر قراءت کرتے اور جب قراءت ختم ہو جاتی تو کھڑے ہو کر رکوع میں چلے جاتے.

۴۔پوری نماز بیٹھ کر ہی پڑھتے.[یہ بات انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث ۱۱۱۸اور ۱۱۱۹ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

❻ حالتِ سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کا جواز، چاہے سفر لمبا ہو یا مختصر

سواری پر نفل نماز پڑھنا درست ہے، چاہے وہ کار ہو یا جہاز ہو، کشتی ہو یا کوئی اور سواری ہو، لیکن فرض نماز کیلئے سواری سے اترنا لازم ہے، سوائے اس کے کہ اس سے اترنا ناممکن ہو، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر کے دوران سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیتے تھے، آپ رات کی نماز میں اپنے سر سے اشارہ کرتے، ہاں البتہ فرض نمازیں سواری پر نہیں

پڑھتے تھے، اور نماز وتر بھی سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے .

[البخاری:۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۹۵، ۱۰۹۸، ۱۱۰۵، مسلم:۷۰۰]

اور اسی طرح کی ایک حدیث حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ سفر کی حالت میں آپ کی سواری کا رخ چاہے کسی طرف بھی ہوتا آپ رات کی نفل نماز اپنی سواری کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے ہی پڑھ لیتے تھے . [البخاری:۱۰۹۳، ۱۱۰۴، مسلم:۷۰۱]

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا، آپ اس پر نماز پڑھ لیتے، پھر جب فرض نماز کے پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو نیچے اترتے اور قبلہ رخ ہو کر نماز ادا فرماتے . [البخاری:۴۰۰، ۱۰۹۴، ۱۰۹۹، ۴۱۴۰]

اور اسی معنی میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے . [مسلم:۷۰۲]

اور جب سواری پر نماز پڑھنی ہو تو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے قبلہ رخ ہونا مستحب ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حالتِ سفر میں ہوتے، اور نفل نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ کی جانب کر لیتے، پھر تکبیر تحریمہ کہتے، اس کے بعد سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا آپ ﷺ نماز پڑھتے رہتے .

[ابوداؤد:۱۲۲۵۔ وحسنہ الحافظ ابن حجر فی بلوغ المرام: رقم الحدیث:۲۲۸]

لیکن اگر ایسا نہ کرے تو بھی نماز درست ہوگی، جیسا کہ مختلف احادیث سے ثابت ہے . اور اسی بات کو امام عبدالعزیز بن بازؒ نے راجح قرار دیا ہے . [یہ بات میں نے ان سے بلوغ المرام کی مذکورہ حدیث کی شرح کے دوران سنی تھی]

اور امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس سفر میں نماز قصر ہو سکتی ہو اس میں سواری پر نفل

نماز پڑھنا جائز ہے اوراس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے. [شرح صحیح مسلم:۵/۲۱۶]
اور رہا وہ سفر جس میں نماز قصر نہیں ہوسکتی تو اس میں بھی نفل نماز سواری پر پڑھی جا سکتی ہے، اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[البقرة:۱۱۵]

ترجمہ: ''اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کے ہیں، تم جدھر بھی رخ کروگے ادھر ہی اللہ کا رخ ہے، بلاشبہ اللہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے''.
[مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے: فتح الباری لابن حجر:۲/ ۵۷۵ ،شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/ ۲۱۷، المغنی لابن قدامہ۲/ ۹۶]

اور ابن جریر الطبریؒ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ اس آیت میں بحالتِ سفر سواری پر نمازِ نفل پڑھنا بھی شامل ہے، چاہے سواری کا رخ کسی طرف ہو.
[جامع البیان:۳/ ۵۳۰]

اور حافظ ابن حجرؒ نے ابن جریر الطبریؒ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے جمہور کے مذکورہ مذہب کیلئے ایک دلیل یہ ذکر کی ہے کہ اللہ تعالی نے مریض اور مسافر کیلئے تیمم کی اجازت دی ہے، اور علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جو شخص شہر سے ایک میل یا اس سے کم مسافت پر باہر ہو اور اس کی نیت اپنے گھر کی طرف واپس لوٹنا ہو، مزید سفر کرنا نہ ہو، اور اسے پانی نہ ملے تو وہ بھی تیمم کرسکتا ہے، لہذا اتنی کم مسافت پر جب تیمم کرنا جائز ہے تو سواری پر نمازِ نفل پڑھنا بھی اس کیلئے جائز ہے، کیونکہ دونوں اس رخصت میں شریک ہیں. [فتح الباری:۲/ ۵۷۵]

۵ نمازنفل اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے

نمازنفل مسجد میں، گھر میں، اور ہر پاکیزہ مقام (جیسے صحراء وغیرہ) پر پڑھی جا سکتی ہے، لیکن گھر میں پڑھنا افضل ہے، سوائے اس نفل نماز کے جس کی جماعت مشروع ہے، مثلاً نماز تراویح، تو اسے مسجد میں باجماعت پڑھنا ہی افضل ہے.

اور اس سلسلے میں متعدد احادیث ثابت ہیں، ان میں سے ایک حدیث کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ)

ترجمہ: '' آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے''. [البخاری: ۷۳۱، مسلم: ۷۸۱]

اس کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات بھی ہیں، اور سب کی سب اس بات کی دلیل ہیں کہ فرض نماز کے علاوہ اور اسی طرح اس نماز کے علاوہ جس کیلئے جماعت مشروع کی گئی ہے، باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے.

۶ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے محبوب نفلی عبادت وہ ہے جو ہمیشہ کی جائے

اللہ تعالی کو اعمال میں سے سب سے محبوب عمل وہ ہے جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ فلاں عورت ہے، رات کو نہیں

سوتی اور یہ اپنی نماز کا تذکرہ کررہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: (**مَــهْ ، عَـلَيْـكُـمْ مَـا تُطِيقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا**)

ترجمہ: ''ٹھہر جاؤ، تم اتنا عمل کیا کرو جتنا تمہاری طاقت میں ہو، کیونکہ اللہ تعالی نہیں کتاتا یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ''

اور آپ ﷺ کو وہی عمل سب سے زیادہ محبوب تھا جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے. [البخاری: ۱۱۵۱، ۷۸۵]

یاد رہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالی کے اکتانے کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ مخلوق کے کتانے کی طرح نہیں کہ جو عیب اور نقص شمار کیا جاتا ہے، بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ س کی شایانِ شان ہے. اور میں نے امام عبدالعزیز بن بازؒ سے سنا تھا کہ یہ (اکتانا) بھی اقی صفات کی طرح ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالی اس وقت تک ثواب منقطع ہیں کرتا جب تک خود بندے عمل نہ چھوڑ دیں. [یہ بات میں نے ان سے بخاری کی حدیث: ۱۹۷۰ کی شرح کے دوران سنی تھی]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے و آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی باندھی ہوئی ہے، آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیلئے ہے، وہ نماز پڑھتی ہیں، پھر جب تھک جاتی ہیں تو اسی ی کا سہارہ لے لیتی ہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَا ، حُلُّوْهُ ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ)

ترجمہ: ''نہیں، اسے کھول دو، اور تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب

تک کہ وہ چست ہو، اور جب تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے''

[البخاری ۱۱۵۰، مسلم:۷۸۴]

اور مسروق ؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کونسا عمل نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ عمل جو ہمیشہ جاری رہے، میں نے کہا: آپ ﷺ قیام کیلئے کب بیدار ہوتے تھے؟ انہوں نے کہا: جب مرغے کی آواز سنتے. [البخاری ۱۱۳۲، مسلم:۷۴۱]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا)

ترجمہ: ''تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ''.

اور آپ ﷺ کو وہ نماز زیادہ محبوب تھی جس پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ تھوڑی کیوں نہ ہو، اور خود نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے.

[البخاری :۱۹۷۰، مسلم:۷۸۲]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ)

ترجمہ: ''دین (اسلام) یقیناً آسان ہے، اور جو شخص دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، لہذا تم (افراط وتفریط سے بچتے ہوئے) درمیانی راہ اختیار کرو، قریب رہو، اور خوش ہو جاؤ، اور صبح، شام اور کچھ رات کے حصے میں عبادت کر کے مدد

طلب کرو''۔[البخاری:۳۹]

اور ایک روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں: (**لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ**)
''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا''۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو بھی نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**لاَ ، إِلاَّ أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللَّهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا ، وَلاَ يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ**)

ترجمہ: ''نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالی اپنے فضل اور اپنی رحمت کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے، لہذا تم درمیانی راہ پر چلتے رہو، اور حسب طاقت درستگی کی کوشش کرو، اور قریب رہو، اور تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا تو شاید اس کی نیکی میں اضافہ ہو جائے، اور اگر وہ برا ہوگا تو شاید وہ توبہ کر لے''۔

[البخاری:۵۶۷۳، مسلم:۲۸۱۶ ۔ واللفظ للبخاری]

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(**سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَاغْدُوا وَرُوحُوا ، وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا**)[البخاری:۶۴۶۳]

ترجمہ: ''تم میانہ روی اختیار کرو، (اعتدال کے) قریب رہو، اور صبح کے وقت بھی عبادت کرو، اور شام کے وقت (دوپہر کے بعد) بھی، اور اسی طرح رات کے کچھ حصے میں بھی عبادت کرو، اور میانہ روی ہی اختیار کرنا تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ''۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں

پوچھا گیا تو انہوں نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ جو عمل کرتے اسے ہمیشہ جاری رکھتے، اور پھر فرماتیں، تم میں سے کون ہے جو عبادت کرنے کی اتنی طاقت رکھتا ہو جتنی نبی کریم ﷺ رکھتے تھے! [البخاری:٦٤٦٦، مسلم:٧٨٣]

اور مذکورہ تمام احادیث میں عمل صالح پر ہمیشگی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالی کو سب سے محبوب عمل بھی وہی ہے جسے ہمیشہ جاری رکھا جائے، اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اور ان میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ عبادت میں میانہ روی اختیار کی جائے اور سختی اور تشدد سے اجتناب کیا جائے.

⑦ نماز نفل کبھی کبھی جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے

نماز نفل کبھی کبھی با جماعت ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ ﷺ نے خوب لمبی نماز پڑھائی، یہاں تک کہ میں نے برا ارادہ کر لیا، ان سے پوچھا گیا کہ کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور چھوڑ کر چلا جاؤں. [البخاری:١١٣٥، مسلم:٧٧٣]

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کر دی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ اسے دو رکعات میں مکمل کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید اسے مکمل کر کے رکوع میں چلے جائیں گے، لیکن آپ نے اسے ختم کر کے سورۃ النساء شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، پھر آپ نے سورۃ

عمران شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، اور آپ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کر رہے تھے،
، کسی تسبیح والی آیت سے گذرتے تو وہاں تسبیح پڑھتے، اور جب سوال والی آیت سے
رتے تو وہاں سوال کرتے، اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو وہاں پناہ طلب
تے... [مسلم:۷۷۲]

اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ
، ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا، آپ نے سورۃ البقرۃ کی قراءت فرمائی، اور آپ جب
ت والی آیت سے گذرتے تو رک جاتے اور (رحمت کا) سوال کرتے، اور جب
اب والی آیت سے گذرتے تو رک کر اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے، پھر آپ ﷺ
نے رکوع کیا، اور وہ بھی اتنا ہی لمبا تھا جتنا قیام تھا، آپ رکوع میں یہ دعا بار بار پڑھتے
ہے: (**سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبَرُوْتِ، وَالْمَلَكُوْتِ، وَالْكِبْرِيَاءِ، وَالْعَظَمَةِ**)،
ر آپ ﷺ نے قیام ہی کے بقدر سجدہ کیا، اور سجدے میں بھی یہی دعا پڑھتے رہے، پھر
ب آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو اس میں سورۃ آل عمران کی تلاوت
رمائی، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے.
[ابوداؤد:۸۷۳، النسائی:۱۰۴۹۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے،
ن میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو قیام فرمایا، اور میں بھی آپ ﷺ کے پہلو میں
کھڑا ہو گیا... [البخاری:۹۹۲، مسلم:۷۶۳]

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت ملیکۃ رضی اللہ عنہا
نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو کہ انہوں نے خود تیار کیا تھا، آپ ﷺ

تشریف لائے ، اور اس میں سے کچھ کھایا، پھر فرمایا: (قُوْمُوْا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ) ''کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں نماز پڑھاؤں''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے ایک چٹائی بچھائی جو کہ طویل عرصے سے پڑی سیاہ ہو چکی تھی، میں نے اس پر پانی بہایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہو گئے، میں اور ایک یتیم (ہم دونوں) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی، اور بوڑھی دادی جان ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعات پڑھائیں اور پھر چلے گئے۔ [البخاری: ۳۸۰، مسلم: ۶۵۸]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، گھر میں صرف وہ، ان کی والدہ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ) تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قُوْمُوْا فَأُصَلِّيَ بِكُم) ''کھڑے ہو جاؤ، تا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں'' جبکہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، اور خاتون کو اپنے پیچھے، اور انہیں نماز پڑھائی۔ [البخاری: ۳۸۰، مسلم: ۶۶۰]

اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے، پھر ان کی نظر کمزور پڑ گئی، اور اچانک بارشیں آئیں اور ان کے اور ان کی قوم کے درمیان ایک وادی حائل ہو گئی جسے عبور کرنا ان کیلئے مشکل ہو گیا، چنانچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے گھر تشریف لائیں اور ان کے گھر کے کسی کونے میں نماز پڑھیں تا کہ وہ اسی جگہ کو اپنی مستقل جائے نماز بنا لیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے گئے، اور ابھی گھر میں بیٹھے ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟) ''تم اپنے گھر میں کہاں یہ چاہتے ہو

کہ میں وہاں نماز پڑھوں ؟"، انہوں نے اپنی پسندیدہ جگہ کی طرف اشارہ کیا، تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی، آپ ﷺ نے تکبیر کہی، پھر دو رکعات پڑھیں، پھر سلام پھیرا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ ہی سلام پھیرا ....اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ (**فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ**)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے جس نے خالصتا اللہ کی رضا کیلئے **لا إله إلا الله** کہا". [البخاری:۱۱۸۶، مسلم:۳۳]

ان تمام احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کی نمازِ تراویح کے علاوہ بھی نفل نماز باجماعت پڑھی جا سکتی ہے، لیکن اسے ہمیشہ کیلئے عادت بنانا درست نہیں ہے، کبھی کبھی ایسے کیا جاسکتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اکثر و بیشتر نفل نماز اکیلے ہی ہوتی تھی.

[شرح صحیح مسلم للنووی : ۵/ ۱۶۸، نیل الأوطار :۲/ ۲۷۵ ، المغنی لابن قدامہ : ۲/ ۵۶۷، الشرح الممتع لابن عثیمین :۴/ ۸۳]

❽ نمازِنفل کی اقسام

نمازِنفل کی کئی اقسام ہیں، مثلاً فرض نمازوں سے پہلے اور بعد کی دائمی سنتیں، نمازِ وتر، نماز چاشت، اور اسی طرح وہ نمازِنفل جس کیلئے جماعت مشروع ہے، اور عمومی نفل نماز، اور خصوصی نفل نماز، اور سببی نفل نماز...وغیرہ، یہ سب اقسام نمازِنفل میں ہی شامل ہیں.

پہلی قسم: دائمی سنتیں، اور یہ تین ہیں: (فرض نمازوں کی مؤکدہ سنتیں+نمازِ وتر+نماز چاشت)

❶ فرائض کے ساتھ مؤکدہ سنتیں، اور وہ بارہ رکعات ہیں، جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ صَلّٰى اِثْنَتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِىْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ بُنِىَ لَهُ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ''جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھتا ہے اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے''.

اور دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

(مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّىْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ أَوْ بُنِىَ لَهُ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ''جو مسلمان بندہ ہر دن اللہ تعالی کی رضا کیلئے بارہ رکعات نفل (جو کہ فرض نہیں) ادا کرتا ہے، اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ یا اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے''.

یہ حدیث بیان کر کے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)

یعنی "میں نے جب سے ان بارہ رکعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تب سے انہیں کبھی نہیں چھوڑا". [مسلم: ۷۲۸]

اور ان بارہ رکعات کی تفصیل سنن الترمذی میں موجود ہے، چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ)

ترجمہ: "جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھتا ہے اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے: ظہر سے پہلے چار، اور اس کے بعد دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو، اور فجر سے پہلے دو رکعات". [الترمذی: ۴۱۵۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ)

ترجمہ: "جو شخص نمازِ سنت کی بارہ رکعات کی ادائیگی پر ہمیشہ کوشاں رہا، اس کیلئے اللہ تعالی جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے: ظہر سے پہلے چار، اور اس کے بعد دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو، اور فجر سے پہلے دو رکعات"

[الترمذی:۴۱۴، ابن ماجہ:۱۱۴۰۔ صححہ الألبانی]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعات اور فجر سے پہلے دو رکعات کبھی نہیں چھوڑتے تھے.   [البخاری:۱۸۲]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دس رکعات اچھی طرح سے حفظ کر لی ہیں:

"ظہر سے پہلے دو رکعات، اور اس کے بعد دو رکعات، اور مغرب کے بعد دو رکعات جو کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں جا کر ادا کرتے تھے، اور اسی طرح عشاء کے بعد دو رکعات بھی، اور دو رکعات فجر سے پہلے، اور ایک روایت میں ہے: اور جمعہ کے بعد دو رکعات اپنے گھر میں" [البخاری:۱۱۸۰، ۹۳۷، ۱۱۷۲، مسلم:۷۲۹]

لہذا فرض نمازوں کی سنتیں بارہ رکعات ہیں جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے، یا دس ہیں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا کہ جو شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتا ہے وہ دس رکعات کا قائل ہے، اور جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو سامنے رکھتا ہے وہ بارہ رکعات کا قائل ہے، اور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید ترمذی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ان بارہ رکعات کی تفصیل موجود ہے، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ان کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بارہ رکعات پڑھتے ہوں، جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں ہے، اور ہو سکتا ہے کہ کبھی آپ ﷺ دس رکعات پڑھتے ہوں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، لہذا کوئی

مسلمان جب اپنے اندر نشاط محسوس کرے تو بارہ رکعات پڑھ لے، اور جب اسے کوئی مشغولیت ہو تو وہ دس رکعات بھی پڑھ سکتا ہے، لیکن بارہ رکعات پڑھنا افضل ہے، اور یہ سب فرض نمازوں کی سنتیں ہیں. [یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث نمبر ۳۷۴ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

❷ فرض نمازوں کی مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنتوں کی تفصیل

① ظہر سے پہلے چار رکعات، اور اسی طرح اس کے بعد بھی چار رکعات، جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مَنْ حَافَظَ عَلٰی أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)

ترجمہ: ''جو آدمی ظہر سے پہلے چار رکعات اور اس کے بعد بھی چار رکعات پر ہمیشگی کرتا ہے اسے اللہ تعالی جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے''

[احمد فی المسند ۶/ ۳۲۶، ابوداؤد: ۱۲۶۹، الترمذی: ۴۲۷ وقال: حدیث حسن، والنسائی: ۱۸۱۴، وابن ماجہ: ۱۱۶۰، وصححہ الألبانی ۔ اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث ۳۸۱ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ اس حدیث کی سند اچھی ہے، لیکن جس بات پر نبی کریم ﷺ نے ہمیشگی کی وہ' وہ ہے جس کا ذکر حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے. اور میں نے انہیں اپنی زندگی کے آخر میں دیکھا کہ آپ ظہر سے پہلے اور اسی طرح اس کے بعد بھی چار رکعات بیٹھ کر پڑھتے تھے]

② عصر سے پہلے چار رکعات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً ا صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا)

ترجمہ: ''اللہ تعالی اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیں'' [احمد فی المسند ۲/ ۱۱۷، ابوداؤد: ۱۲۷۱، الترمذی: ۴۳۰ وقال: حدیث حسن، وابن خزیمہ: ۱۱۹۳۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے. [ابوداؤد: ۱۲۷۲۔ اور الشیخ الألبانی نے اسے حسن کہا ہے لیکن چار رکعات کے الفاظ کے ساتھ]

اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث ۳۸۲ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ اس حدیث کی سند اچھی ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھنا سنت ہے، لیکن یہ سنن مؤکدہ میں سے نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہیشگی نہیں کی، اور حدیثِ علی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مومن کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ عصر سے پہلے کبھی چار رکعات پڑھ لے اور کبھی دو پڑھ لے].

④ مغرب سے پہلے دو رکعات اور اسی طرح اس کے بعد بھی دو رکعات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں غروب شمس کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے. [مسلم: ۸۳۶]

اور دوسری روایت میں ان کا بیان یہ ہے کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے، اور جب مؤذن اذان کہتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی جلدی ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعات ادا کرتے، یہاں تک کہ جب باہر سے آنے والا کوئی شخص مسجد کے اندر پہنچتا تو وہ یہ سمجھتا کہ مغرب کی نماز پڑھی جا چکی ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد یہ دو

رکعات پڑھتی تھی. [البخاری:٦٢٥، مسلم:٨٣٧]

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**صَلُّوْا قَبْلَ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ) قَالَ فِيْ الثَّالِثَةِ : (لِمَنْ شَاءَ**)

ترجمہ: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو، (دو بار ارشاد فرمایا، اور تیسری بار فرمایا: جو چاہے پڑھے (اور جو چاہے نہ پڑھے)'' [البخاری:١١٨٣، مسلم:٧٣٦٨]

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعات ادا کیں. [صحیح ابن حبان:٣/٤٥٧، برقم:١٥٨٨۔ وقال شعیب الأرناؤط: إسناده علی شرط مسلم]

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ) قال فی الثالثة : (لِمَنْ شَاءَ**)

ترجمہ: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، (پھر تیسری بار فرمایا:) جو چاہے پڑھے''. [البخاری:٦٢٤]

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے.

اور یہ تمام احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ مغرب سے پہلے دو رکعات نبی کریم ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری سنت ہے.

اور رہیں مغرب کے بعد دو رکعات تو وہ سنت مؤکدہ ہیں، جیسا کہ ہم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث کے حوالے سے یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں.

اور مغرب کے بعد دو رکعات میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کا پڑھنا مسنون

ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کے بعد دو رکعات اور فجر سے پہلے دو رکعات میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کو اتنی مرتبہ سنا کہ میں شمار نہیں کرسکتا. [الترمذی: ۴۳۱ وقال: حدیث حسن صحیح، ابن ماجہ: ۱۱۶۶۔ وصححہ الألبانی]

④ عشاء سے پہلے دو رکعات اور اسی طرح اس کے بعد دو رکعات

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(بَیْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ) قال في الثالثة : (لِمَنْ شَاءَ)

ترجمہ: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، (پھر تیسری بار فرمایا:) جو چاہے پڑھے''. [البخاری: ۶۲۴]

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے.

اور رہیں عشاء کے بعد دو رکعات تو وہ سنت مؤکدہ ہیں، جیسا کہ ہم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث کے حوالے سے یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں.

⑤ فجر سے پہلے دو رکعات، اور یہ تمام سنن مؤکدہ میں سے سب سے زیادہ اہم ہیں، اور اس کی نو وجوہات ہیں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا 'ان دو رکعات کا شدت سے اہتمام کرنا ان کی عظمت کی دلیل ہے. جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں جتنا اہتمام فجر کی دو رکعات کا کرتے تھے اتنا کسی اور نفل نماز کا نہیں کرتے تھے.

[البخاری:۱۱۶۹، مسلم:۷۲۴]

۲۔ نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر ان دو رکعات کی فضیلت بیان فرمائی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)

ترجمہ: ''فجر کی دو رکعات دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے، اس سے بہتر ہیں''

[مسلم:۷۲۵]

۳۔ فجر کی دو سنتوں میں تخفیف کرنا مسنون ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعات میں اس قدر تخفیف فرماتے کہ میں (دل میں) یہ کہتی کہ کیا آپ ﷺ نے سورت فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں!

[البخاری:۱۱۷۱، مسلم:۷۲۴]

۴۔ اس کا وقت اذان اور اقامت کے درمیان ہے، جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان کہہ کر خاموش ہوتا اور صبح صادق ظاہر ہو جاتی تو نبی کریم ﷺ اقامت سے پہلے ہلکی سی دو رکعات پڑھتے تھے.

[البخاری:۶۱۸، مسلم:۷۲۳]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی سی دو رکعتیں ادا فرماتے تھے. [البخاری:۶۱۹، مسلم:۷۲۴]

۵۔ فجر کی دو سنتوں کے بعد فجر کی فرض نماز ہی پڑھی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب فجر طلوع ہو جاتی تو نبی کریم ﷺ صرف ہلکی سی دو رکعات ہی پڑھتے تھے. [مسلم:۷۲۳]

٦۔ فجر کی دو سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کا پڑھنا مسنون ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعات میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے. [مسلم:٧٢٦]

یا پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آیت (١٣٦)۔ ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ... ﴾۔ اور دوسری رکعت میں سورت آل عمران کی آیت (٥٢)۔ ﴿ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ پڑھتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ... ﴾ اور ﴿ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ پڑھتے تھے. [مسلم:٧٢٧]

٧۔ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا مسنون ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے.

[البخاری:١١٦٠، مسلم:٧٣٦]

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان کہہ کر خاموش ہوتا اور فجر صادق واضح ہو جاتی اور مؤذن آپ کے پاس آجاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ہلکی سی دو رکعات ادا کرتے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، (پھر بدستور لیٹے رہتے) یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کیلئے آجاتا. [مسلم:٧٣٦]

٨۔ فجر کی سنتوں کو سفر وحضر میں نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے.

[البخاری:١١٥٩، مسلم:٧٢٤]

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ سفر وحضر دونوں حالتوں میں فجر کی سنتیں

پڑھتے رہتے تھے.

[المغنی لابن قدامہ:۳/۱۹۶، زادالمعاد لابن القیم:۱/۳۱۵، فتح الباری:۳/۴۳، مجموع فتاوی ابن باز ۱۱/۳۹۰، الشرح الممتع لابن عثیمین ۴/۹۶]

۹۔ فجر کی سنتوں کی قضا، جس شخص کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ فجر کی فرض نماز کے بعد یا سورج کے بلند ہونے کے بعد انہیں پڑھ سکتا ہے، حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) تشریف لائے، نماز کی اقامت کہی گئی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ (گھر کو) جانے لگے تو آپ نے مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

(**مَهْلاً یا قَیْسُ ! أَصَلاتَانِ مَعًا ؟**) ''ٹھہر جاؤ قیس! کیا دو نمازیں ایک ساتھ؟''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں!

آپ ﷺ نے فرمایا: (**فَلاَ إِذَنْ**) ''تب کوئی بات نہیں''.

[الترمذی:۴۲۲۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے فجر کی نماز ہونے کے بعد دو رکعات ادا کیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

(**صَلاةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَانِ**) ''نمازِ فجر کی صرف دو رکعات ہیں''

اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (**أَصَلاةُ الصُّبْحِ مَرَّتَيْنِ ؟**)

'' کیا تم نے فجر کی نماز دو مرتبہ ادا کی ہے؟''

اس نے کہا: میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، اب وہی سنتیں میں نے ادا کی ہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی.

[ابوداؤد:۱۲٦٧،ابن ماجہ:۱۱۵۴۔وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ)

ترجمہ: ''جو شخص فجر کی دو رکعات نہ پڑھ سکا، وہ طلوعِ آفتاب کے بعد انہیں ادا کرلے''. [الترمذی:۴۲۳،ابن حبان:۲۴۷۲وغیرہما۔وصححہ الألبانی]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ سفر میں نماز فجر کے وقت سوئے رہ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنتیں بھی قضا کیں، اور انہیں فرض نماز سے پہلے ادا کیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز ادا فرمائی، اور یہ سورج کے بلند ہونے کے بعد تھا. [مسلم:٦٨١]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ فجر کی سنتیں نیند کی وجہ سے نہیں پڑھ سکے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلوعِ آفتاب کے بعد قضا کیا. [ابن ماجہ:۱۱۵۵۔وصححہ الألبانی]

⑥ جمعہ کے بعد چار رکعات

جمعہ سے پہلے مسلمان' مطلق نفل نماز پڑھ سکتا ہے، اور اس کی کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی، بلکہ امام کے منبر پر آنے تک اسے نفل نماز اور ذکر وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیئے، البتہ جمعہ کے بعد چار رکعات کا پڑھنا سنت ہے، اور اس بارے میں وارد احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت' جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے' اس میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات اچھی طرح حفظ کرلیں، ان میں جمعہ کے بعد دو

رکعات گھر جا کرادا کرنا بھی شامل ہے. [البخاری:۱۸۲]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جب نمازِ جمعہ پڑھ لےتو اس کے بعد چار رکعات پڑھے''. اور دوسری روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں:

(إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوا أَرْبَعًا)

یعنی ''جب تم نمازِ جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہو تو چار رکعات پڑھو''

اور ایک اور روایت میں اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

(مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے بعد نماز پڑھنے والا ہو تو وہ چار رکعات پڑھے''.

اس حدیث کے ایک راوی (سہیل) کا کہنا ہے کہ اگر تمہیں جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں اور دو رکعات گھر جا کرادا کر لیا کرو. [مسلم:۸۸۱]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نمازِ جمعہ ادا کر کے گھر کو لوٹتے تو دو رکعات پڑھتے ، اس کے بعد فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے. [مسلم:۸۸۲]

اور جمعہ کے بعد نمازِ سنت کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنا سنت ہے، اور ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے، اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ گھر جا کر دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے، اور ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں

رسول اللہ ﷺ کا فعل ذکر کیا گیا ہے، اور امام ابن القیمؒ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے استاذ امام ابن تیمیہؒ سے سنا تھا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو وہ چار رکعات پڑھے، اور اگر وہ گھر میں جا کر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھے، پھر ابن القیمؒ نے کہا: اور احادیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں، اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب مسجد میں نماز پڑھتے تو چار رکعتیں پڑھتے، اور جب گھر جا کر پڑھتے تو صرف دو رکعتیں پڑھتے.

[أبوداؤد: ۱۱۳۰۔ وصححہ الألبانی]۔ [زادالمعاد: ۱/ ۴۴۰]

اور امام صنعانیؒ کہتے ہیں: چار رکعات پڑھنا دو رکعات پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے. [سبل السلام: ۳/ ۱۸۱]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے سنا تھا کہ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے، چنانچہ ان میں سے بعض نے تمام روایات کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر وہ مسجد میں نماز پڑھے تو چار رکعات پڑھے، اور اگر گھر میں جا کر پڑھے تو صرف دو رکعات پڑھے، اور بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جمعہ کے بعد نمازِ سنت کی کم از کم مقدار دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ چار رکعات ہے، چاہے کوئی مسجد میں پڑھے یا گھر میں، اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا قول، فعل پر مقدم ہے، اور چار رکعات پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے چار ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے. [یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث نمبر ۴۸۴ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

اور جہاں تک جمعہ سے پہلے نفل نماز کا تعلق ہے تو اس کی مقدار مقرر نہیں کی گئی، جیسا

کہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ ، إِلاَّ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى) [بخاری :۸۸۳]

ترجمہ: ''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے ، اور حسب استطاعت پوری طہارت کرے ، اور تیل لگائے ، یا اپنے گھر والوں کی خوشبو لگائے ، پھر (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کو جدا جدا نہ کرے ، (جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے) ، پھر وہ نماز ادا کرے جتنی اس کے (مقدر میں) لکھی گئی ہے ، پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموشی سے سنے ، تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ)

ترجمہ: ''جو شخص غسل کرے ، پھر نمازِ جمعہ کیلئے آئے ، اور (مسجد میں پہنچ کر) نماز ادا کرے جتنی اس کیلئے مقدر کی گئی ہے ، پھر وہ خطیب کا خطبہ ختم ہونے تک خاموشی سے خطبہ سنتا رہے ، پھر اس کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرے ، تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ، اور مزید تین دن کے بھی''. [مسلم:۸۵۷]

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس کیلئے اتنی نماز کو مستحب قرار دیا جتنی

اس کیلئے لکھی گئی ہے،اوراسے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا،الا یہ کہ امام منبر پر چلا جائے تو وہ نماز پڑھنا بند کردے،اوراسی لئے بہت سارے سلف صالحین نے'جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شامل ہیں،اورانہیں کی پیروی امام احمد بن حنبلؒ نے بھی کی ہے' یہ موقف اختیار کیا ہے کہ امام کا منبر پر جانا نماز کیلئے،اوراس کا خطبہ شروع کرنا کلام کیلئے مانع ہے،سو ان کے نزدیک نماز سے روکنے والی چیز امام کا منبر پر جانا ہے نہ کہ سورج کا نصف النہار تک پہنچنا ہے.

اور امام ابن القیمؒ نے ذکر کیا ہے کہ یومِ جمعہ کو زوال سے پہلے امام کے منبر پر جانے تک نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے،جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے اوراسی کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے.[زادالمعاد:۱/۳۷۸]

ہاں اگر نمازی مسجد میں تاخیر سے پہنچے،اور وہ اس وقت مسجد میں داخل ہو جب امام منبر پر جا چکا ہو تو اسے اس حالت میں صرف ہلکی سی دو رکعات ہی تحیۃ المسجد کے طور پر پڑھنی چاہییں ، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص آیا،آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: اے فلان ! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں،آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعات پڑھو . اور ایک روایت میں فرمایا:

(إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا)[البخاری:۹۳۱،مسلم:۸۷۵]

ترجمہ:''تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے روز اس وقت (مسجد میں) آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو،تو وہ دو رکعات ادا کرے اوران میں تخفیف کرے''.

❸ فرائض کی سنتوں کا وقت

فرض نماز کی پہلی سنتوں کا وقت نماز کا وقت شروع ہونے سے لیکر اقامتِ نماز تک ہوتا ہے، اور فرض نماز کے بعد کی سنتوں کا وقت نماز ختم ہونے سے لیکر اس کا وقت ختم ہونے تک جاری رہتا ہے. [المغنی لابن قدامہ:۲/۵۴۴]

❹ سنتوں کی قضا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ظہر کی پہلی چار سنتیں نہیں پڑھ سکتے تھے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھ لیتے.

[الترمذی:۴۲۶، وقال حدیث حسن، وصححہ أحمد شاکر فی تحقیق سنن الترمذی ۲/۲۹۱ والأرناؤط فی تحقیق جامع الأصول ۶/۲۳]

اور یہ۔ واللہ أعلم ۔ان سنتوں کی اہمیت کی بناء پر تھا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زوالِ شمس کے بعد اور نمازِ ظہر سے قبل چار رکعات پڑھتے تھے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ**)

ترجمہ: ''یہ گھڑی ایسی ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس میں میرا نیک عمل اوپر کو اٹھایا جائے'' [الترمذی: ۴۷۸، وقال: حدیث حسن، وصححہ الأرناؤط فی تحقیق جامع الأصول ۶/۲۴۔ وصححہ الألبانی]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ سے سوال کیا کہ یہ چار رکعات نمازِ ظہر کی سنتیں ہیں یا کچھ اور؟ تو انہوں نے بیان فرمایا کہ یہ ظہر کی سنتیں ہی ہیں

اور ہم اس سے پہلے حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کر چکے ہیں، جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فجر کی سنتیں نمازِ فجر کے بعد قضا کیں، اور آپ ﷺ اس پر خاموش رہے۔ [الترمذی: ۴۲۲، ابوداؤد: ۱۲۶۷، ابن ماجہ: ۱۱۵۴۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ)

ترجمہ: ''جو شخص فجر کی دو رکعات نہ پڑھ سکا، وہ طلوعِ آفتاب کے بعد انہیں ادا کر لے''۔ [الترمذی: ۴۲۳، ابن حبان: ۲۴۷۲ وغیرہما۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتیں نیند کی وجہ سے نہیں پڑھ سکے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں طلوعِ آفتاب کے بعد قضا کیا۔ [ابن ماجہ: ۱۱۵۵۔ وصححہ الألبانی]

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جب آپ سفر میں نماز فجر کے وقت سوئے رہ گئے، تو آپ ﷺ نے فجر کی سنتیں بھی قضا کیں، اور انہیں فرض نماز سے پہلے ادا کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرض نماز ادا فرمائی، اور یہ سورج کے بلند ہونے کے بعد تھا۔ [مسلم: ۶۸۱]

یہ تمام احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ ظہر کی پہلی چار سنتوں کو ظہر کے بعد، اور فجر کی پہلی دو سنتوں کو نمازِ فجر کے بعد یا سورج کے بلند ہونے کے بعد قضا کرنا مستحب ہے، اسی طرح فوت ہونے والی کسی بھی نماز کی سنتیں بھی فرض نماز کے ساتھ ہی قضا کی جائیں گی۔

اور میں نے اپنے استاذ امام ابن بازؒ سے سوال کیا کہ کیا فرض نمازوں کی مؤکدہ

سنتیں قضا کی جائیں گی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں کی جائیں گی، سوائے ان سنتوں کے جو فرض نمازوں کے ساتھ فوت ہو جائیں، تو انہیں بھی فرض نمازوں کے ساتھ قضا کرنا ہوگا، اور رہی یہ بات کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد ظہر کی سنتیں قضا کی تھیں، تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے.

میں یہ کہتا ہوں کہ اسی طرح وہ سنتیں بھی قضا کی جائیں گی جن کے بارے میں احادیث ثابت ہیں، اور وہ ہیں ظہر کی پہلی چار سنتیں، جنہیں نمازِ ظہر کے بعد قضا کیا جائے گا، اور فجر کی پہلی دو سنتیں، جنہیں نمازِ فجر کے بعد، یا سورج کے بلند ہونے کے بعد قضا کیا جائے گا، اور اسی طرح وہ شخص نمازِ وتر بھی قضا کرے گا جو اسے بھول گیا یا سویا رہا، بشرطیکہ اسے جفت عدد میں قضا کرے، نہ کہ طاق عدد میں، اور اسی بات کا ہمارے استاذ امام ابن بازؒ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک فتوی دیتے رہے.

۵ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان مسجد سے نکل کر یا کلام کے ذریعے فاصلہ کرنا

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: جب تم جمعہ پڑھ لو تو اس کے بعد دوسری نماز اس کے ساتھ نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات چیت کر لو یا نکل جاؤ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ ہم گفتگو کر لیں یا نکل جائیں. [مسلم: ۸۸۳]

اور یہ بات نمازِ جمعہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام نمازوں کیلئے ہے، کیونکہ راوی نے جو حدیث بیان کی ہے وہ نمازِ جمعہ اور باقی تمام نمازوں کو شامل ہے.

اور بعض اہلِ علم نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ تا کہ فرض نماز، نفل نماز کے مشابہ نہ ہو، اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ دو نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ کرنا مہلک امر ہے. [سبل السلام: ۳/۱۸۲]، جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا فرمائی، پھر ایک آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، اسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہنے لگے: بیٹھ جاؤ، کیونکہ اہل کتاب کو اس بات نے ہلاک کیا تھا کہ ان کی نماز میں فاصلہ نہیں ہوتا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(**أَحْسَنَ ابْنُ الْخَطَّابِ**) ''ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی بات کہی ہے''.

[احمد فی المسند ۵/ ۳۶۸ وقال الهيثمي : رواه احمد وابو يعلى ورجال احمد رجال الصحيح: مجمع الزوائد: ۲/۲۳۴]

اور میں نے امام عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ سے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے سنا کہ نفل نماز کو فرض نماز کے ساتھ ملانے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ اس کے تابع ہے، چاہے جمعہ کی نماز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور نماز ہو، اور جب دونوں نمازوں کے درمیان کلام سے، یا مسجد سے نکل کر، یا استغفار کر کے یا کسی بھی ذکر کے ساتھ فاصلہ کر لیا جائے تو یہ وہم دور ہو جاتا ہے. [یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث ۴۸۵ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

اور امام الصنعانیؒ کا کہنا ہے:

''اور علماء نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نفل نماز پڑھنے کیلئے فرض نماز والی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ کو اختیار کرنا مستحب ہے، اور افضل یہ ہے کہ وہ نفل نماز گھر میں جا کر ادا کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو کم از کم مسجد میں ہی دوسری جگہ کا انتخاب کر کے وہاں سنتیں

وغیرہ پڑھ لے، اس سے اس کے سجدوں کی جگہیں زیادہ ہونگی'' [سبل السلام:۳/۱۸۳]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ، أَوْ عَنْ يَمِينِهِ ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ) يَعْنِيْ فِي السُّبْحَةِ.

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ آگے بڑھ جائے، یا پیچھے چلا جائے، یا دائیں، یا بائیں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے؟ یعنی نفل نماز.

[ابوداؤد:۱۰۰۶۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرض نماز کے بعد نفل کیلئے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے، چنانچہ وہ جب مکہ مکرمہ میں ہوتے اور نمازِ جمعہ ادا کرتے تو آگے بڑھ کر دو رکعات ادا کرتے، پھر اور آگے بڑھ کر مزید چار رکعات پڑھتے، اور جب مدینہ منورہ میں ہوتے تو نمازِ جمعہ کے بعد مسجد میں نماز نہ پڑھتے، اور اپنے گھر کو واپس لوٹ آتے اور وہاں دو رکعات ادا کرتے، اور جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے. [ابوداؤد:۱۱۳۰۔ وصححہ الألبانی]

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سجدوں کی جگہیں زیادہ ہونی چاہییں، جیسا کہ ہمارے استاذ امام ابن بازؒ کا قول ہے .

❻ فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتوں کو چھوڑ دینا چاہیئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)

ترجمہ: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں

ہوتی''.[مسلم:۷۱۰]

اور حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اقامت کے بعد دو رکعات نماز پڑھ رہا تھا، اور جب آپ ﷺ نمازِ (فجر) سے فارغ ہوئے تو لوگوں میں گھل مل گئے، اسی دوران آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا:(**آلصُّبْحَ أَرْبَعًا ؟ آلصُّبْحَ أَرْبَعًا ؟**) ''کیا صبح کی چار رکعات ہیں؟ کیا صبح کی چار رکعات ہیں؟''[البخاری:٦٦٣، مسلم:۷۱۱]

اور حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اس نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آملا، جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا:(**يَا فُلَانُ ! بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَ ؟ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ أَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا ؟**)[مسلم:۷۱۲]

ترجمہ:''اے فلان! تم نے دو نمازوں میں سے کونسی نماز کو شمار کیا ہے؟ اس نماز کو شمار کیا ہے جو تم نے اکیلے پڑھی ہے یا اس کو جو تم نے ہمارے ساتھ ادا کی ہے؟''

اور یہ تمام احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمان جب اقامت سن لے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ نفل نماز شروع کرے، چاہے وہ فرض نمازوں کی سنتیں ہوں، مثلا نمازِ ظہر کی سنتیں، یا نمازِ عصر کی سنتیں، یا نمازِ فجر کی سنتیں، یا کسی اور نماز کی سنتیں، اور چاہے وہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ پر ہو، اور چاہے اسے (جماعت کے ساتھ) پہلی رکعت کے ملنے کا یقین ہو یا نہ ہو، اور جب اختلاف واقع ہو جائے تو اس وقت حجت ودلیل قرآن وسنت ہوتے ہیں، لہذا جو شخص انہی دو چیزوں کو دلیل بنائے گا وہی

کامیاب ہوگا. [شرح مسلم للنووی:۵/ ۲۲۹، فتح الباری لابن حجر:۲/ ۱۵۰، المغنی لابن قدامہ:۲/ ۱۱۹، نیل الأوطار للشوکانی:۲/ ۲۸۴]

اوراس میں حکمت یہ ہے کہ تاکہ وہ ذہنی طور پر فرض نماز کیلئے تیار ہو جائے اورامام کے ساتھ ہی فرض نماز شروع کرے، کیونکہ اگر وہ نفل نماز میں مشغول ہو جائے گا تو امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ اس سے فوت ہو جائے گی، اور فرض نماز کو مکمل کرنے والے بعض امور رہ جائیں گے، اس لئے فرض نماز ہی زیادہ حق رکھتی ہے کہ اسے اچھی طرح سے مکمل کیا جائے، اور دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ تاکہ امامِ مسجد کی اقتداء کو چھوڑنے کا تصور پیدا نہ ہو، اور امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف نظر نہ آئے.

اور جب کوئی شخص سنتیں یا عام نفل نماز پڑھ رہا ہو، اور اسی دوران اقامت ہو جائے تو کیا وہ نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ جا ملے یا اپنی نماز مکمل کر کے پھر جماعت میں مل جائے؟ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور جو اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں کہ اسے نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ مل جانا چاہئے، ان کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

(إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)

ترجمہ: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہوتی''. [مسلم:۷۱۰]

اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ اپنی نماز نہ توڑے بلکہ اس میں تخفیف کر کے اسے مکمل کرلے اور پھر جماعت میں مل جائے، ان کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [سورۃ محمد:۳۳]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو''

اور یہ لوگ پہلی حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان سے مراد یہ ہے کہ اقامتِ نماز کے بعد کوئی نمازِ سنت یا عام نفل نماز شروع نہیں کی جاسکتی، اور اگر کوئی شخص پہلے سے نفل نماز پڑھ رہا ہو اور اسی دوران اقامت ہو جائے تو وہ اپنی نماز مکمل کرلے.

اور بعض اہلِ علم کا یہ کہنا ہے کہ اگر اسے جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ نماز توڑ دے، اور اگر اسے یہ اندیشہ نہ ہو تو اپنی نماز مکمل کرلے، لیکن صحیح بات' جس پر احادیث دلالت کرتی ہیں' وہ یہ ہے کہ وہ اپنی نماز توڑ دے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، اور اس سے زیادہ صریح الفاظ صحیح مسلم میں ہیں کہ جب نمازِ فجر کی اقامت ہو رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(**أَتُصَلِّيْ الصُّبْحَ أَرْبَعًا**) ''کیا تم فجر کی چار رکعات پڑھنا چاہتے ہو؟''.

اور یہی بات میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے بھی سنی تھی، انہوں نے اسی موقف کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

''آیت کریمہ عام ہے اور حدیث خاص ہے، اور خاص عام کے عموم کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے مخالف نہیں ہوتا، جیسا کہ اصول فقہ اور مصطلح الحدیث میں یہ بات معلوم ہے، لیکن اگر اقامتِ نماز اس وقت ہو جب سنت یا نفل نماز پڑھنے والا دوسری رکعت کا رکوع کر چکا ہو یا سجدوں میں ہو، یا التحیات پڑھ رہا ہو تو وہ اگر اپنی نماز مکمل کرلے تو اس میں

کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کی نماز کا بیشتر حصہ ختم ہو چکا تھا، اور اب تھوڑا (ایک رکعت سے بھی کم) حصہ باقی تھا، اور چونکہ اُقل الصلاۃ (کم از کم نماز) ایک رکعت ہے، اور اس کی تو ایک رکعت بھی پوری باقی نہ تھی، اس لئے اسے مکمل کر لینا حدیثِ مذکور کے مخالف نہیں''.

[مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ لابن باز: ۱۱/۳۹۳-۳۹۴، ۱۱/۳۷۰-۳۷۲]

۷ فجر کی سنتوں اور وتر کے علاوہ باقی سنتوں کو بحالتِ سفر چھوڑ دینا سنت ہے

عاصم بن عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے ہمیں نمازِ ظہر کی دو رکعات پڑھائیں، پھر ہم آپ کے ساتھ وہاں چلے گئے جہاں ہم نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، آپ بھی بیٹھ گئے اور ہم بھی بیٹھ گئے، اسی دوران ان کی نظر اس جگہ کی طرف گئی جہاں انہوں نے نماز پڑھائی تھی، انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک وہیں کھڑے ہوئے ہیں، چنانچہ انہوں نے پوچھا، یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: یہ نفل نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے کہا: اگر مجھے نفل نماز پڑھنی ہوتی تو میں ظہر کی نماز پوری پڑھتا (قصر نہ کرتا)، اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی، پھر میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا، لیکن آپ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی، پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا،

لیکن آپ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی ، پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا ، لیکن انہوں نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی روح قبض کر لی، اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[الأحزاب:۲۱]

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے''.

[البخاری:۱۱۰۱،۱۱۰۲، مسلم:۶۸۹۔واللفظ لمسلم]

اور جہاں تک سنتِ فجر اور نمازِ وتر کا تعلق ہے تو سفر وحضر دونوں حالتوں میں انہیں نہیں چھوڑنا چاہئیے ، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سنتِ فجر کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے. [البخاری:۱۱۵۹، مسلم:۷۲۴]

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نمازِ فجر کے وقت سوئے رہ گئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا.... پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فجر کی دو سنتیں ادا کیں ، پھر فرض نماز پڑھائی ، اور اسی طرح کیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز کیا کرتے تھے. [مسلم:۶۸۱]

اور سنتِ وتر کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیتے تھے، چاہے اس کا رخ کسی طرف ہوتا، آپ رات کی نماز میں اپنے سر سے اشارہ کرتے ، ہاں البتہ فرض نمازیں سواری پر نہیں پڑھتے تھے، اور نماز وتر بھی سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ

ﷺ اپنے اونٹ پر نمازِ وتر پڑھ لیا کرتے تھے.

[البخاری:۹۹۹،۱۰۰۰،۱۰۹۵،۱۰۹۸،۱۱۰۵، مسلم:۷۰۰]

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ جس قدر سنتِ فجر کا خیال کرتے اتنا کسی اور نفل نماز کا نہیں کرتے تھے، اور سب سے زیادہ سنتِ فجر پر ہی ہیشگی کرتے، اور آپ ﷺ اسے اور نمازِ وتر کو سفر حضر دونوں حالتوں میں کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اور آپ ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے کہ پ نے کبھی سفر کے دوران سنتِ فجر کے علاوہ کسی اور فرض نماز کی سنتوں کو پڑھا ہو''.

ادالمعاد:۱/۳۱۵]

باقی رہی عام نفل نماز تو وہ سفر وحضر میں مشروع ہے، مثلاً نمازِ چاشت، تہجد وغیرہ، اور طرح سببی نمازیں بھی سفر وحضر میں مشروع ہیں، مثلاً سنتِ وضو، سنتِ طواف، نمازِ وف اور تحیۃ المسجد وغیرہ.[مجموع فتاوی ومقالات ابن باز:۱۱/۳۹۰-۳۹۱]

اور امام نوویؒ کہتے ہیں: ''علماء اس بات پر متفق ہیں کہ سفر میں عام نفل نماز پڑھنا ب ہے''[شرح صحیح مسلم:۵/۲۰۵]

دائمی سنتوں میں دوسری قسم نمازِ وتر ہے

❶ وتر سنتِ مؤکدہ ہے، اور وتر رات کی نفل نماز کا حصہ ہے، اور اس کی (کم) ایک رکعت ہے جس کے ساتھ رات کی نفل نماز کا اختتام ہوتا ہے.[المغنی لابن ۲/۵۹۴، مجموع فتاوی ومقالات ابن باز:۱۱/۳۰۹،۳۱۷]

حضرت ابو ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: (**اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِثَلاثٍ فَلْیَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ**)

ترجمہ: ''نمازِ وتر ہر مسلمان پر حق ہے، لہذا جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے، اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے وہ ایک پڑھ لے''

[ابوداؤد: ۱۴۲۲، النسائی: ۱۷۱۲، ابن ماجہ: ۱۱۹۰۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (**اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلاتِکُمُ الْمَکْتُوْبَۃِ، وَلٰکِنْ سُنَّۃٌ سَنَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم**)

ترجمہ: ''وتر فرض نماز کی طرح ضروری نہیں، بلکہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ہے'' [الترمذی: ۴۵۴، النسائی: ۱۶۷۷، وغیرہما۔ وصححہ الألبانی]

اور وتر کے واجب نہ ہونے اور اس کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی ایک اور دلیل حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ نجد میں سے ایک آدمی' جس کے بال بکھرے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم اس کی آواز تو سنتے تھے لیکن جو کچھ وہ کہتا تھا وہ ہماری سمجھ سے باہر تھا، وہ آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر اسلام کے بارے میں سوال کرنے لگا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالی نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

(**اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَیْئًا**)

''پانچ نمازیں ہی فرض ہیں، الا یہ کہ تم کچھ نفل نماز پڑھو''

اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالی نے مجھ پر کتنے روزے فرض کئے ہیں؟ رسول

اکرم ﷺ نے جواب دیا: (شَهْرُ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)
"ماہِ رمضان کے روزے ہی فرض ہیں، الا یہ کہ تم کچھ نفلی روزے رکھو"
اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالی نے مجھ پر کتنی زکاۃ فرض کی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے اسے زکاۃ کے بارے میں بھی آگاہ کیا، پھر اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی کسی چیز کی زکاۃ مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (لا ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)
"نہیں، الا یہ کہ تم نفلی صدقہ کرو" ۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کے دیگر احکامات کے بارے میں بتایا، اور جب وہ شخص جانے لگا تو وہ کہہ رہا تھا: (وَالَّذِيْ أَكْرَمَكَ ! لاَ أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلاَ أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا)
"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی ! میں نہ تو نفل نماز پڑھونگا اور نہ ہی ان فرائض میں کمی کرونگا جو اللہ تعالی نے مجھ پر فرض کئے ہیں"۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ ، أَوْ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ)
"یہ کامیاب ہوگیا اگر اس نے سچ کہا ہے، یا یہ جنت میں داخل کر دیا گیا اگر اس نے سچ کہا ہے" [البخاری:۴۶، ۱۸۹۱ ، مسلم:۱۱]

اور اسی طرح اس کی ایک اور دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں کچھ ہدایات دیں، ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ (...فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ...) "انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالی نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں.."

[البخاری:۷،۴۳۴۷مسلم:۱۹]

اور یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نمازِ وتر واجب نہیں ہے، تاہم سنتِ مؤکدہ ضرور ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اسے اور اسی طرح سنتِ فجر کو سفر وحضر میں کبھی نہیں چھوڑا . [زاد المعاد:۱/۳۱۵، المغنی لابن قدامہ:۳/۲،۱۹۶/۲۴۰]

اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ وتر واجب ہے، اوران کی دلیل وہ احادیث ہیں جو بظاہر اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ہم نے جو دلائل ذکر کئے ہیں ان کی بناء پر وجوب کی دلالت ختم ہو جاتی ہے.

[نیل الأوطار:۲/۲۰۵-۲۰۶]

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مذہب یہ ہے کہ وتر اس شخص پر واجب ہے جو رات کو تہجد پڑھتا ہو، اوران کا کہنا ہے کہ جو لوگ اسے مطلقا واجب قرار دیتے ہیں ان میں سے بعض کا مذہب بھی یہی ہے کہ یہ صرف تہجد پڑھنے والے شخص پر واجب ہوتا ہے.

[الاختیارات الفقھیہ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ للبعلی:ص۹۶]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث:۳۹۳ اور الروض المربع (۲/۱۸۳) کی شرح کے دوران کئی مرتبہ سنا کہ نمازِ وتر واجب نہیں بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے.[نیز دیکھئے:المغنی لابن قدامہ:۲/۲،۵۹۱،۵۹۵]

❷ وتر کی فضیلت:

وتر کی بڑی فضیلت ہے، جیسا کہ حضرت خارجہ بن حذافۃ العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشادفرمایا:

(إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ وَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ ،

هِيَ الْوِتْرُ ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوْعِ الْفَجْرِ)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی نے تمہیں ایک نماز زائد عطا کی ہے، جو کہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اور وہ ہے نمازِ وتر، اور اسے اللہ تعالی نے تمہارے لئے عشاء اور فجر کے رمیان رکھ دیا ہے''۔[ابوداؤد:۱۴۱۸، الترمذی:۴۵۲، ابن ماجہ:۱۱۶۸، والحاکم ۱/۳۰۶، محہ ووافقہ الذہبی]

اور اس کی فضیلت اور اس کے سنت ہونے کی ایک اور دلیل حضرت علی بن ابی الب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ وتر ادا کی، رفرمایا: (يا أَهْلَ الْقُرْآنِ ! أَوْتِرُوا ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ)

ترجمہ: ''اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو، کیونکہ اللہ تعالی بھی وتر ہے اور وہ وتر کو پسند رماتا ہے''۔[النسائی:۱۶۷۶، الترمذی:۴۵۳، ابوداؤد:۱۴۱۶، ابن ماجہ:۱۱۶۹۔ وصحہ لالبانی]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے اس حدیث کی شرح کے دوران سنا کہ ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ نمازِ وتر تمام لوگوں کیلئے شروع ہے، تاہم اہل علم کو چاہئیے کہ وہ خاص طور پر (دوسرے لوگوں سے زیادہ) اس کا اہتمام کریں تاکہ ان کی اقتداء کی جائے، اور نمازِ وتر کی کم از کم ایک رکعت ہے، جو کہ عشاء اور فجر کے درمیان پڑھی جاسکتی ہے، اور اللہ تعالی وتر ہے، اور وہ وتر کو اور اسی طرح ہراس چیز کو پسند فرماتا ہے جو اس کی صفات کے موافق ہو، مثلا وہ صبور ہے، چنانچہ وہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، بخلاف عزت وعظمت کے، (کیونکہ عزت وعظمت ساری کی ساری اللہ تعالی کیلئے ہی ہے)، لہذا بندوں کو اللہ کی صفات میں سے وہ صفات

اختیار کرنی چاہئیں جو بندے کے شایانِ شان ہوں، مثلاً سخاوت، اور احسان وغیرہ، (اور وہ صفات جو اللہ تعالی کے ہی شایانِ شان ہیں وہ اسی کیلئے خاص کرنی چاہئیں).

[یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث ۴۰۵ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

❸ نمازِ وتر کا وقت:

① نمازِ عشاء کے بعد طلوعِ فجر تک پوری رات نمازِ وتر کا وقت ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ ، فَصَلُّوْهَا فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی نے تمہیں ایک نماز زیادہ عطا کی ہے اور وہ ہے نمازِ وتر، لہذا تم اسے نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان کسی وقت پڑھ لیا کرو'' [احمد فی المسند: ۶/۳۹۷، ۲/۱۸۰، ۲۰۶، ۲۰۸۔ وصححہ الألبانی فی إرواء الغلیل: ۲/۲۵۸]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وتر کا وقت نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان ہے، چاہے کوئی شخص نمازِ عشاء اپنے وقت پر ادا کرے یا اسے مغرب کے ساتھ جمع تقدیم کرکے پڑھے، کیونکہ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے، اور یہی موقف ہے ہمارے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کا، جو کہ انہوں نے الروض المربع کی شرح کرتے ہوئے بیان کیا.

[المغنی لابن قدامہ: ۲/۵۹۵، حاشیۃ الروض المربع: ۲/۱۸۴، الشرح الممتع لابن عثیمین: ۳/۱۵]

اور مذکورہ وقت جہاں نبی کریم ﷺ کے قول سے ثابت ہے وہاں آپ ﷺ کے فعل سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نمازِ عشاء سے (جسے لوگ العتمة۔ رات کی نماز۔ کہتے ہیں) فارغ ہوکر فجر کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے، اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے، پھر جب مؤذن فجر کی اذان کہہ کر خاموش ہو جاتا، اور فجر بالکل واضح ہو جاتی، اور مؤذن آپ کے پاس آجاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ہلکی سی دو رکعات ادا کرتے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، (اور بدستور لیٹے رہتے) یہاں تک کہ مؤذن اقامت کیلئے آپ کے پاس آجاتا۔[مسلم:۷۳۶]

اور نبی کریم ﷺ نے نمازِ وتر کا آخری وقت بھی مقرر فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**أَوْتِرُوْا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوْا**) اور دوسری روایت میں فرمایا: (**أَوْتِرُوْا قَبْلَ الصُّبْحِ**)

ترجمہ: ''صبح ہونے سے پہلے نمازِ وتر پڑھ لیا کرو'' [مسلم:۷۵۴]

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(**بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ**)

''صبح ہونے سے پہلے وتر جلدی پڑھ لیا کرو'' [مسلم:۷۵۰]

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طلوعِ فجر سے سبقت لے جانا یعنی نمازِ وتر کا اس سے پہلے پڑھنا مشروع ہے، اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(**صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى**)

ترجمہ: ''رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے، لہذا تم میں سے کسی شخص کو جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کر لے جو اس کی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی''. [البخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹]

اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **(مَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ فَلَمْ يُوتِرْ ، فَلاَ وِتْرَ لَهُ)**

''جس شخص کی صبح اس حالت میں ہوئی کہ اس نے نمازِ وتر نہیں پڑھی، تو اب اس کی نماز وتر نہیں'' [ابن حبان۔ الإحسان: ۶/ ۱۶۸: ۲۴۰۸ ، ابن خزیمہ: ۲/ ۱۴۸: ۱۰۹۲، والحاکم: ۱/ ۳۰۱ وصححہ ووافقہ الذہبی، وصححہ الألبانی فی تحقیق ابن خزیمۃ]

اور اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **(إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلاَةِ اللَّيْلِ وَالْوِتْرِ ، فَأَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ)**

ترجمہ: ''جب فجر طلوع ہو جائے تو رات کی ساری نماز کا اور اسی طرح نمازِ وتر کا وقت چلا جاتا ہے، لہذا تم طلوعِ فجر سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو''.

[الترمذی: ۴۶۹۔ وصححہ الألبانی]

امام ترمذیؒ کا کہنا ہے کہ بیشتر اہلِ علم کا' جن میں امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاق شامل ہیں' یہی قول ہے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد نمازِ وتر کا پڑھنا درست نہیں . [سنن الترمذی: ۲/ ۳۳۳]

اور اس کی مزید وضاحت نبی کریم ﷺ کے عمل سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ آپ اپنی آخری عمر میں نمازِ وتر سحری کے وقت ہی پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان

فرماتی ہیں کہ رات کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے نمازِ وتر نہ پڑھی ہو، رات کے ابتدائی حصے میں بھی پڑھتے تھے، درمیانے حصے میں بھی اور آخری حصے میں بھی، اور آخرکار آپ ﷺ سحری کے وقت ہی اسے ادا فرماتے تھے.

[البخاری:۹۹٦، مسلم:۷۴۵]

مذکورہ تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اور فجرِ صادق کے طلوع ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے قول کے بعد کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں.

اور ان احادیث میں بعض سلف صالحین رحمہم اللہ پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ طلوعِ فجر کے بعد بھی نمازِ وتر پڑھی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبادۃ بن صامت، حضرت القاسم بن محمد، حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر ان حضرات سے طلوعِ فجر سے پہلے وتر فوت ہو جاتا تو وہ اسے طلوعِ فجر کے بعد پڑھ لیتے، اس کے بعد نمازِ فجر ادا کر لیتے. [المؤطأ:۲/۱۲٦، المصنف لابن أبي شیبہ:۲/۲۸٦، مسند احمد:٦/۲۴۲، ۲۲۳، إرواء الغلیل:۲/۱۵۵، الشرح الممتع لابن عثیمین:۳/۱۷، مجموع فتاوی ابن باز:۱۱/۳۰۵-۳۰۸]

امام مالکؒ کا کہنا ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد صرف وہی شخص وتر پڑھ سکتا ہے جو وتر سے سو یا رہ گیا، ورنہ کسی شخص کیلئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ جان بوجھ کر وتر کو مؤخر کرے اور اسے طلوعِ فجر کے بعد ادا کرے. [المؤطأ:۲/۱۲۷، جامع الأصول:٦/۵۹-٦۱]

اور علامہ ابن عثیمینؒ کہتے ہیں کہ طلوعِ فجر کے بعد وتر نہیں ہے، اور جو بات بعض

سلف سے مروی ہے کہ وہ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان وتر پڑھ لیتے تھے، تو یہ سنت کے خلاف ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کا قول قابلِ حجت نہیں ہے.
[الشرح الممتع:۳/۱۶]

④ جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہونے کا اندیشہ ہو اس کیلئے سونے سے پہلے وتر پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلاَثٍ [لاَ أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ] ، صِيَامُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى ، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)

''مجھے میرے خلیل حضرت محمد ﷺ نے تین باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے، جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، اور وہ ہیں ہر مہینے میں تین دن کے روزے، چاشت کی دو رکعات، اور یہ کہ میں نمازِ وتر سونے سے پہلے پڑھوں''.

[البخاری:۱۹۸۱،۱۱۷۸، مسلم:۷۲۱]

اور بعینہ یہی وصیت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی.
[مسلم:۷۲۲]

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھنا مستحب ہے، اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جسے سونے کے بعد بیدار ہونے کا یقین نہ ہو، اور اسی طرح وہ شخص جو بیدار ہونے کے بعد پھر سو جاتا ہو اس کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جب رات کو دوسری مرتبہ سونے کا ارادہ کرے تو سونے سے پہلے وتر پڑھ لے. [فتح الباری:۳/ ۵۷]

اور اس سے معلوم ہوا کہ وتر کا معاملہ لوگوں کے احوال اور ان کی طاقت پر موقوف

ہے، اوراس کی ایک اور دلیل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: عشاء کے بعد رات کے ابتدائی حصہ میں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کس وقت پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: رات کے آخری حصے میں، تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (**أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَأَخَذْتَ بِالْوُثْقٰى ، وَأَمَّا أَنْتَ يَا عُمَرُ فَأَخَذْتَ بِالْقُوَّةِ**)

ترجمہ: ''اے ابو بکر! تم نے مضبوطی کو پکڑا ہے، اور اے عمر! تم نے قوت کو پکڑا ہے''

[ابن ماجہ: ۱۲۰۲۔ وابوداود: ۱۴۳۴ من حدیث أبی قتادۃ ۔ وصححہ الألبانی]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عمل کو مستحسن اور مضبوط قرار دیا کیونکہ وہ احتیاط سے کام لیتے اور نیند کی وجہ سے وتر کے فوت ہونے کے اندیشے کے پیشِ نظر اسے سونے سے پہلے پڑھ لیتے، اور چونکہ نیند کو قربان کر کے نماز کیلئے بیدار ہونا ایک مشکل امر ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دادِ تحسین دی کہ تم نے طاقت، ہمت اور پختہ ارادے کا ثبوت دیا ہے.

③ جس شخص کو بیدار ہونے کا یقین ہو اس کیلئے وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (**مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ أَوَّلَهُ ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَّقُوْمَ آخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ**)

ترجمہ: ''جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ

رات کے ابتدائی حصہ ہی میں وتر پڑھ لے، اور جو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا خواہشمند ہوتو وہ آخری حصہ ہی میں پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور یہ افضل ہے''.

اور دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

(... وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ)

ترجمہ: ''اور جس شخص کو یقین ہو کہ وہ رات کو بیدار ہو جائے گا تو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی قراءت سننے کیلئے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور یہ بہتر ہے''. [مسلم:۷۵۵]

امام نوویؒ کہتے ہیں: حدیثِ مذکور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جس شخص کو بیدار ہونے کا یقین ہو اس کیلئے آخرِ شب میں وتر کی ادائیگی افضل ہے، اور جسے یہ یقین نہ ہو اس کیلئے وتر کو نیند پر مقدم کرنا بہتر ہے، اور یہی درست مسلک ہے، اور جن احادیث میں سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے وہ اس شخص کیلئے ہیں جس کو بیدار نہ ہونے کا اندیشہ ہو. [شرح صحیح مسلم:۶/۲۸۱]

اور آخرِ شب میں وتر پڑھنے کی فضیلت ایک اور حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، فَيَقُولُ : مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي

فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ) وفی روایة لمسلم:(فَلاَ يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ)

ترجمہ: ''ہمارارب' جو بابرکت اور بلند وبالا ہے' ہر رات کا جب آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہےتو وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پھر کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے معاف کردوں؟''
اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ''پھر وہ بدستوراسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے''. [البخاری:۱۱۴۵،۶۳۲۱،۷۴۹۴،مسلم:۷۵۸]

❹ نماز وتر کی اقسام اوراس کی رکعات کی تعداد

وتر کی متعدد رکعات و کیفیات ثابت ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

① گیارہ رکعات، ہر دو رکعتوں کے بعد سلام،اورآخر میں ایک رکعت وتر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے،ان میں ایک رکعت کے ساتھ آپ ﷺ وتر ادا کرتے . اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز عشاء سے (جسے لوگ العتمة۔رات کی نماز۔کہتے ہیں) فارغ ہو کر فجر کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے ،اورآخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے ......[مسلم:۷۳۶]

② تیرہ رکعات، ہر دو رکعتوں کے بعد سلام، اور آخر میں ایک رکعت وتر، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''......پھر میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان سے پکڑ کر اسے مروڑتے ہوئے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر ایک رکعت نمازِ وتر پڑھی، اس کے بعد آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آ گیا، پھر کھڑے ہوئے، اور ہلکی سی دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور نمازِ فجر پڑھائی''. [البخاری:۹۹۲، مسلم:۷۶۳]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ

(كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً)

''رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے''. [مسلم:۷۶۴]

اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (عزم کیا کہ) آج رات میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو بغور دیکھوں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے ہلکی سی دو رکعات پڑھیں، پھر دو رکعات پڑھیں جو انتہائی لمبی تھیں، اس کے بعد مزید دو رکعات پڑھیں جو پچھلی دو رکعات کی نسبت کم لمبی تھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پچھلی دو رکعات سے کم لمبی تھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پچھلی دو رکعات سے کم لمبی تھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پچھلی دو رکعات سے کم لمبی تھیں، پھر ایک رکعت نماز وتر پڑھی، یوں یہ تیرہ رکعات ہوئیں. [مسلم:۷۶۵]

④ تیرہ رکعات، ہر دو رکعتوں کے بعد سلام، اور آخری پانچ رکعتیں ایک ہی تشہد کے ساتھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت تیرہ رکعات پڑھتے تھے، ان میں سے پانچ رکعات کے ساتھ آپ ﷺ وتر پڑھتے، اوران میں صرف آخری رکعت میں تشہد کیلئے بیٹھتے [مسلم:۷۳۷]

④ نو رکعات، ان میں تشہد صرف آٹھویں رکعت کے آخر میں، پھر ایک رکعت وتر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''.......ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مسواک، اور وضو کا پانی تیار کرتیں، پھر اللہ تعالی رات کے جس حصے میں چاہتا آپ ﷺ کو اٹھا دیتا، چنانچہ آپ ﷺ مسواک اور وضو کرتے، اور پھر نو رکعات ادا فرماتے، ان میں سے صرف آٹھویں رکعت کے آخر میں تشہد کیلئے بیٹھتے، پھر اللہ تعالی کا ذکر کرتے، اس کی تعریف بیان کرتے، اور اس سے دعا مانگتے، پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ پھیرتے، پھر نویں رکعت پڑھتے، اس کے بعد بیٹھ جاتے، اور اللہ تعالی کا ذکر کرتے، اس کی تعریف بیان کرتے اور اس سے دعا مانگتے، پھر سلام پھیرتے جسے ہم سن رہے ہوتے .....''۔[مسلم:۷۴۶]

⑤ سات رکعات، ان میں تشہد صرف آخری رکعت میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ ''......پھر جب نبی کریم ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے، اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ سات رکعات وتر پڑھتے تھے...'' [مسلم:۷۴۶]

اور ایک روایت میں ہے کہ'' آپ ﷺ صرف آخری رکعت میں تشہد کیلئے بیٹھتے'' [النسائی:۱۷۱۸، ابن ماجہ:۱۱۹۲۔ وصححہ الألبانی]

⑥ سات رکعات، اور ان میں چھٹی رکعت میں تشہد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''.......ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مسواک، اور وضو کا پانی تیار کرتیں، پھر اللہ تعالی رات کے جس حصے میں چاہتا آپ ﷺ کو اٹھا دیتا، چنانچہ آپ ﷺ مسواک اور وضو کرتے، اور پھر سات رکعات ادا فرماتے، ان میں سے صرف چھٹی رکعت کے آخر میں تشہد کیلئے بیٹھتے، پھر اللہ تعالی کا ذکر کرتے، اور دعا مانگتے ''. [ابن حبان (الإحسان): ۲۴۴۱۔ وقال الأرناؤط: إسنادہ صحیح علی شرطھما، وأخرجہ أحمد بنحوہ: ۶/۵۴]

⑦ پانچ رکعات، ان میں تشہد صرف آخری رکعت میں

حضرت ابو ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :(اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِثَلاَثٍ فَلْیَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ)

ترجمہ: ''نمازِ وتر ہر مسلمان پر حق ہے، لہذا جو شخص پانچ وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھ لے، اور جو آدمی تین وتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے، اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے وہ ایک پڑھ لے'' [ابوداؤد: ۱۴۲۲، النسائی: ۱۷۱۲، ابن ماجہ: ۱۱۹۰۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت سے یہ ثابت ہے کہ نمازِ وتر کی اس کیفیت میں تشہد صرف پانچویں رکعت میں ہوگا. [مسلم: ۷۳۷]

⑧ تین رکعات، دو رکعتوں کے بعد سلام، پھر ایک رکعت وتر

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ کیا کرتے تھے جو کہ ہمیں بھی سنائی دیتا تھا.

[ابن حبان: ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، احمد: ۲/۷۶، وقال الحافظ فی الفتح :

۲/۲۸۲:إسناده قوی]

اور یہ عمل خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے، چنانچہ ان کے شاگرد حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ وتر میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے، یہاں تک کہ بعض اوقات سلام پھیرنے کے بعد اپنے کسی کام کا بھی حکم دیتے، پھر ایک رکعت الگ پڑھتے [البخاری:۹۹۱،الموطأ:۱/۱۲۵]

اور یہ موقوف اثر مرفوع حدیث کی تائید کر رہا ہے.

اور شیخ البانیؒ نے اس کی تائید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ذکر کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ دو رکعات پڑھ کر گفتگو فرماتے، پھر ایک رکعت وتر ادا کرتے. [شیخ البانیؒ نے اس کی نسبت ابن ابی شیبہ کی طرف کرتے ہوئے کہا ہے کہ: إسناده صحيح على شرط الشيخين ـ إرواء الغليل:۲/۱۵۰]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے نمازِ وتر کی اس کیفیت کے بارے میں سنا تھا کہ جو شخص تین رکعات وتر پڑھے اس کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے اور پھر ایک رکعت الگ پڑھے. [یہ بات انہوں نے مورخہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۹ھ کو الروض المربع ۲/۱۸۷ کی شرح کرتے ہوئے بیان کی]

⑨ تین رکعات، ایک ہی تشہد کے ساتھ

اس کی دلیل حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو پہلے بھی گذر چکی ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں: (وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ) ''اور جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے''

[ابوداؤد:۱۴۲۲، النسائی:۱۷۱۲، ابن ماجہ:۱۱۹۰۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر کی پہلی رکعت میں ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ اور دوسری میں ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴾ اور تیسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے، اور آپ صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے، اور اس کے بعد یہ دعا تین بار پڑھتے: (سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ).

[النسائی:۱۷۰۱۔وصححہ الألبانی، وانظر: نیل الأوطار:۲/۲۱۱، فتح الباری:۲/۴۸۱]

اور نبی کریم ﷺ تینوں رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ پڑھتے، کیونکہ اگر اس میں دو تشہد ہوں تو اس طرح نمازِ وتر کی نمازِ مغرب سے مشابہت لازم آتی ہے اور اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے. [الشرح الممتع لابن عثیمین:۴/۱۲]

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَا تُوتِرُوْا بِثَلَاثٍ ، أَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ ، أَوْ بِسَبْعٍ ، وَلَا تَشَبَّهُوْا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ)

ترجمہ: ''تم تین رکعات نمازِ وتر نہ پڑھو، بلکہ پانچ یا سات رکعات پڑھو، اور اسے مغرب کے ساتھ تشبیہ نہ دو'' [ابن حبان:۲۴۲۹، الدارقطنی:۲/۲۴، البیہقی:۳/۳۱، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی، وقال الحافظ فی الفتح:۲/۴۸۱: إسنادہ علی شرط الشیخین]

اور حافظ ابن حجرؒ نے تین وتروں کے جواز والی احادیث اور منع والی احادیث کے درمیان تطبیق یوں دی ہے کہ جواز والی احادیث اس بات پر محمول کی جائیں گی کہ تینوں رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ پڑھی جائیں، اور منع والی احادیث اس بات پر محمول کی جائیں گی کہ انہیں دو تشہد کے ساتھ پڑھا جائے، کیونکہ اس سے اس کی مغرب

کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے. [فتح الباری:۲/ ۴۸۱، نیل الأوطار:۲/۲۱۴]

اور تین وتروں کے جواز کی ایک اور دلیل حضرت القاسمؒ کی روایت ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(صَلاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى ، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَکَ مَا صَلَّيْتَ)

ترجمہ: ''رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے، لہذا جب تم نماز ختم کرنا چاہو تو ایک رکعت ادا کرلو جو تمہاری نماز کو وتر (طاق) بنادے گی''

یہ حدیث ذکر کر کے حضرت القاسمؒ کہتے ہیں: ہم نے سنِ شعور سے اب تک بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے جو تین وتر پڑھتے تھے، اور نمازِ وتر کا معاملہ وسعت رکھتا ہے، اس لئے مجھے امید ہے کہ ثابت شدہ کیفیات میں سے جس کیفیت کے ساتھ اسے ادا کرلیا جائے، اس میں کوئی حرج نہیں .[البخاری:۹۹۳، مسلم:۷۴۹]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے الروض المربع ۲/ ۱۸۸ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ نمازی جب تین وتر ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھے تو اسے اس طرح نہ پڑھے جیسا کہ مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے، بلکہ دوسری رکعت کے اختتام پر تشہد کیلئے نہ بیٹھے اور آخری رکعت کے اختتام پر ایک ہی تشہد کے ساتھ پڑھے.

⑩ ایک رکعت، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **(اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ)**

''نمازِ وتر رات کے آخری حصے میں ایک ہی رکعت ہے''. [مسلم:۷۵۲]

اور حضرت ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وتر کے متعلق

پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا تھا کہ ﴿ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ ﴾ ''نمازِ وتر رات کے آخری حصے میں ایک ہی رکعت ہے''. پھر میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا. [مسلم:۷۵۳]

اور امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھنا درست ہے، اور اسے رات کے آخری حصے میں پڑھنا مستحب ہے. [شرح صحیح مسلم:۶/۲۷۷]

اور میں نے امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ سے الروض المربع :۲/۱۸۵ کی شرح کے دوران یہ سنا تھا کہ ''نمازِ وتر ایک رکعت سے زیادہ پڑھی جائے تو وہ افضل ہے، اور اگر وہ صرف ایک ہی رکعت پڑھے تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے''.

نیز ایک رکعت کے جواز پر ایک اور دلیل حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوْتِرَ بِثَلاثٍ فَلْيَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ ﴾

ترجمہ: ''نمازِ وتر ہر مسلمان پر حق ہے، لہذا جو شخص پانچ وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھ لے، اور جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے، اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے وہ ایک پڑھ لے'' [ابوداود:۱۴۲۲، النسائی:۱۷۱۲، ابن ماجہ:۱۱۹۰۔ وصححہ الألبانی]

⑤ نمازِ وتر میں قراءت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر میں ﴿ **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى** ﴾ اور ﴿ **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ** ﴾ اور ﴿ **قُلْ هُوَ**

اللّٰہُ أَحَدٌ ﴾ ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے. [الترمذی:۴۶۲، النسائی:۱۷۰۲، ابن ماجہ:۱۱۷۲ ۔وصححہ الألبانی]

امام ترمذیؒ یہ حدیث روایت کر کے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان سورتوں میں سے ایک ایک سورت ہر رکعت میں پڑھتے تھے. [الترمذی:۳۲۶/۲]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نمازِ وتر میں کیا پڑھتے تھے، تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی ﴾ اور دوسری میں ﴿ قُلْ یٰا أَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ﴾ اور تیسری میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے.

[الترمذی:۴۶۳، ابوداؤد:۱۴۲۴، ابن ماجہ:۱۱۷۳۔وصححہ الألبانی، اور بہت سارے اہلِ علم نے اسے ضعیف کہا ہے: نیل الأوطار:۲/ ۲۱۱، ۲۱۲۔ ورواہ الحاکم:۱/ ۳۰۵ أیضا وصححہ ووافقہ الذہبی، وصححہ الأرناؤط فی جامع الأصول:۶/ ۵۲، وقال محقق سبل السلام: ۳/ ۵۴: وقال الحافظ ابن حجر فی نتائج الأفکار: ۱/ ۵۱۳ : **وھو حدیث حسن**]

اور میں نے اپنے استاذ امام عبدالعزیز بن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث نمبر ۴۰۹ کی شرح کے دوران سنا کہ (**زیادۃ المعوذتین ضعیفۃ والمحفوظ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ﴾ولکن لو صح حدیث عائشۃ ھذا فتارۃ فتارۃ**)

''اس حدیث میں معوذتین کا اضافہ ضعیف ہے اور محفوظ روایت میں صرف ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ ﴾ کا ذکر ہے، اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحیح بھی ہو تو کبھی سورۃ الاخلاص پڑھ لی جائے اور کبھی اس کے ساتھ معوذتین کو بھی پڑھ لیا جائے''.

❻ قنوتِ وتر

نمازِ وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا مشروع ہے، جیسا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قنوتِ وتر کیلئے یہ کلمات سکھلائے:

(اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ ، فَإِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ ، وَإِنَّهُ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ، [وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ] ، [سُبْحَانَکَ] تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ)

ترجمہ: ’’اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے ہدایت دی ہے، اور مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت اور تندرستی دی ہے، اور مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جن کے تمام امور کا تو ذمہ دار ہے، اور تو نے مجھے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں برکت دے، اور تو نے جو فیصلہ فرمایا ہے اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما، کیونکہ تو ہی ہے فیصلہ کرنے والا، اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور جسے تو دوست بنا لے وہ ذلیل نہیں ہوتا، اور جس سے تو دشمنی کر لے اسے عزت نہیں مل سکتی، تو پاک ہے، بابرکت ہے اور ہمارے رب! تو بلند و بالا ہے‘‘

[احمد:۱/۱۹۹، ابوداؤد:۱۴۲۵، النسائی:۱۷۴۵،۱۷۴۶، الترمذی:۴۶۴، وابن ماجہ:۱۱۷۹۔ وصححہ الألبانی فی إرواء الغلیل ۲/۱۷۲:۴۲۹۔ اس دعا کے الفاظ **[ولا یعز من عادیت]** المعجم الکبیر للطبرانی:۳/۷۳:۲۷۰۱،۲۷۰۳ اور السنن الکبری للبیہقی:۲/۲۰۹ میں مروی ہیں، اور حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر: ۱/۲۴۹ : ۳۷۱ میں کہا ہے کہ یہ الفاظ حدیث میں ثابت اور متصل ہیں، اور انہوں نے امام نوویؒ پر تردید کی ہے جو کہ اس کے ضعیف ہونے کے قائل

ہیں.نیز دیکھئے: نیل الأوطار:۲/۲۲۴،إرواء الغلیل:۲/۱۷۲۔اور [سبحانک] کے الفاظ سنن الترمذی:۴۶۴ میں موجود ہیں]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازِ وتر کے آخر میں یہ الفاظ پڑھتے تھے: (**اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ ، وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ ، لاَ أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ ، أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ**)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں،اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ کا طلبگار ہوں،اور تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں اس طرح تیری تعریف نہیں کرسکتا جیسا کہ خودتو نے اپنی تعریف کی ہے''

[احمد:۱/۹۶،النسائی:۱۷۴۷،ابوداود:۱۴۲۷،الترمذی:۳۵۶۶،ابن ماجہ:۱۱۷۹۔ وصححہ الألبانی فی إرواء الغلیل:۲/۱۷۵برقم:۴۳۰]

اوردعا کے آخر میں (**وَصَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ**) کا پڑھنا بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے.[إرواء الغلیل:۲/۱۷۷]

۷ دعائے قنوت رکوع سے پہلے اوراس کے بعد پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح ثابت ہے،لیکن افضل یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے،کیونکہ زیادہ تر احادیث میں اسی کا ذکر ہے.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب قنوت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے یارکوع کے بعد؟ تو انہوں نے جواب دیا:رکوع سے پہلے ....پھر

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد تو صرف بنی سلیم کے بعض قبائل کے خلاف ایک ماہ تک بددعا کی تھی. [البخاری:۱۰۰۲، مسلم:۶۷۷]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز میں قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور پھر (**سمع اللہ لمن حمدہ**) کہتے ہوئے سر اٹھاتے تو (**ربنا ولک الحمد**) کہتے، پھر حالتِ قیام میں ہی یوں دعا فرماتے: (**اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ....**) ''اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے...'' [مسلم:۶۷۵]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل ایک ماہ تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر کی نمازوں کی آخری رکعت میں (**سمع اللہ لمن حمدہ**) کہتے تو بنی سلیم کے قبائل (رعل، ذکوان، عصیہ) پر بددعا کرتے، اور جو لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے وہ آمین کہتے. [ابوداؤد:۱۴۴۳، والحاکم:۱/ ۲۲۵۔ شیخ البانی ؒ نے اس کی سند کو صحیح سنن ابی داؤد میں حسن قرار دیا ہے، اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ رکوع کے بعد قنوت پڑھنا حضرت ابو بکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، إرواء الغلیل:۲/۱۶۴]

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے. [ابوداؤد:۱۴۲۷، ابن ماجہ:۱۱۸۲۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جب نمازِ فجر میں قنوت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی.

[ابن ماجہ:۱۱۸۳۔ وصححہ الألبانی]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کا کہنا ہے کہ ''قنوت کے مسئلہ میں بہت سارے لوگ دو انتہاؤں کو پہنچ گئے ہیں، اور کئی لوگوں نے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے، چنانچہ ان میں سے بعض کا خیال یہ ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے ہی پڑھنی چاہئے، اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہی پڑھی جائے، لیکن فقہاءِ اہل حدیث (جیسے امام احمدؒ وغیرہ) دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ دونوں کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں، ہاں البتہ انہوں نے رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے کیونکہ زیادہ تر روایات اسی بارے میں وارد ہیں'' [الفتاوی:۲۳/۱۰۰]

اور میں نے امام عبدالعزیز بن بازؒ سے مورخہ ۸/۱۱/۱۴۱۹ھ کو الروض المربع: ۲/۱۸۹ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ قنوت آخری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جائے گی، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے قنوتِ نازلہ کا رکوع کے بعد پڑھنا ثابت ہے، اور رکوع سے پہلے کا ذکر بھی آیا ہے، لہذا اس مسئلے میں وسعت موجود ہے، ہاں البتہ زیادہ صحیح اور افضل رکوع کے بعد ہی ہے، کیونکہ احادیث میں یہی غالب ہے، اور ابن قدامہؒ نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی یہی بات مروی ہے، اور امام احمدؒ کے بارے میں انہوں نے نقل کیا ہے کہ وہ بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کے قائل ہیں، اور ان کے نزدیک رکوع سے پہلے بھی جائز ہے.

[المغنی:۲/۵۸۱، زادالمعاد:۱/۲۸۲، فتح الباری:۲/۴۹۱]

یاد رہے کہ وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا سنت ہے، بعض کے نزدیک پورا سال قنوت پڑھنا مسنون ہے، اور بعض کے نزدیک رمضان المبارک کے آخری پندرہ دنوں میں پڑھنا سنت ہے، اور بعض قنوت نہ پڑھنے کے قائل ہیں. اور امام احمدؒ کے اکثر

شاگردوں نے پہلے قول کواختیار کیا ہے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کہتے ہیں:

''نمازِ وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا جائز ہے، لازم نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے سرے سے قنوت پڑھی ہی نہیں، اور بعض نے رمضان المبارک کے آخری پندرہ دنوں میں پڑھی، اور بعض نے پورا سال پڑھی، اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرامؒ نے بھی اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ مذکورہ تین آراء میں سے پہلی رائے کو امام مالکؒ نے، دوسری کو امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ نے، اور تیسری کو امام ابو حنیفہؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے، اور یہ تینوں آراء جائز ہیں، کوئی شخص ان میں سے جس رائے پر عمل کرلے اس پر کوئی ملامت نہیں ہے''.

[الفتاوی:۲۳/ ۹۹، نیز دیکھئے: المغنی لابن قدامہ:۲/ ۵۸۰، شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/ ۱۸۳، نیل الأوطار للشوکانی:۲/ ۲۲۶]

❶ دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھانا اور مقتدیوں کا آمین کہنا

حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَيِيٌّ كَرِيْمٌ ، يَسْتَحْيِ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا)

ترجمہ: ''بے شک تمہارا رب' جو کہ بابرکت اور بلند وبالا ہے' حیاء اور کرم والا ہے، اور جب اس کا کوئی بندہ اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ وہ انہیں خالی لوٹا دے''. [ابوداؤد:۱۴۸۸، الترمذی:۳۵۵۶، ابن ماجہ:۳۸۶۵، والبغوی فی شرح السنۃ: ۵/ ۱۸۵۔ وصححہ الألبانی]

یہ حدیث عام ہے اور اس میں دعائے قنوت بھی شامل ہے.

اور یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے، چنانچہ ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، تو انہوں نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور اس میں ہاتھ اٹھائے اور دعا بلند آواز سے مانگی.

[البیہقی:۲/۲۱۲۔ وقال : وھذا عن عمر رضی اللہ عنہ صحیح]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ' جنہوں نے شہید ہونے والے قراء کا قصہ بیان کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہر دن فجر کی نماز میں ہاتھ اٹھا کر قاتلوں کے خلاف بددعا کرتے تھے. [البیہقی:۲/۲۱۱۔ وھو حدیث صحیح]

اور امام بیہقی ؒ نے ذکر کیا ہے کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے.
[السنن الکبری:۲/ ۲۱۱، نیز دیکھئے:المغنی لابن قدامہ:۲/۵۸۴،شرح صحیح مسلم:۵/۸۳، الشرح الممتع:۴/۲۶]

اور جہاں تک مقتدیوں کا آمین کہنا ہے تو اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے' جس کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے' اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک ماہ تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر کی نمازوں کی آخری رکعت میں (سمع اللہ لمن حمدہ) کہتے تو بنی سلیم کے قبائل (رعل، ذکوان، عصیہ) پر بددعا کرتے، اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتے وہ آمین کہتے. [ابوداؤد:۱۴۴۳، والحاکم: ۱/ ۲۲۵۔ شیخ البانی ؒ نے اس کی سند کو صحیح سنن ابی داؤد میں حسن قرار دیا ہے]

❾ نمازِ وتر رات کی آخری نماز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا) یعنی ''تم نمازِ وتر' رات کی نماز کے آخر میں پڑھا کرو'' [البخاری:۹۹۸،مسلم:۷۵۱]

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:(مَنْ صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَجْعَلْ آخِرَ صَلاتِہٖ وِتْرًا [قَبْلَ الصُّبْحِ])

''جو شخص رات کو نفل نماز پڑھے وہ وتر سب سے آخر میں (فجر سے پہلے) پڑھے'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس کا حکم دیا کرتے تھے.[مسلم:۷۵۱]

⑩ نمازِ وتر سے سلام پھیرنے کے بعد دعا

سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے:

(سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ،سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ، رَبُّ الْمَلائِکَۃِ وَالرُّوْحِ)

جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر کی تین رکعات پڑھتے تھے،پہلی رکعت میں ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ﴾ اور دوسری میں ﴿ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ﴾ اور تیسری میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ پڑھتے تھے،اور آپ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے،اور جب آپ فارغ ہوتے تو یہ دعا تین بار پڑھتے:(سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ)،آخری مرتبہ اس کے ساتھ اپنی آواز لمبی کرتے اور فرماتے:(رَبُّ الْمَلائِکَۃِ وَالرُّوْحِ) .

[النسائی:۱۶۹۹۔وصححہ الألبانی]

⑪ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:(لاَ

وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ) ''ایک رات میں دو وتر نہیں''

[ابوداؤد:۱۴۳۹،الترمذی:۴۷۰،النسائی:۱۶۷۹،احمد:۴/۲۳،ابن حبان:۴/۷۴ برقم ۲۴۴۰۔وصححہ الألبانی فی صحیح الترمذی]

اور وتر کو توڑنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ وتر کے بعد بھی دو رکعات پڑھتے تھے.[مسلم:۷۳۸]

لہذا کوئی مسلمان جب رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لے، پھر سو جائے، پھر اللہ تعالی رات کے آخری حصے میں اسے اٹھنے کی توفیق دے تو وہ دو دو رکعات پڑھ سکتا ہے، اور اسے وتر توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ پہلے وتر پر ہی اکتفا کرسکتا ہے. [المغنی:۲/۵۹۸]

اور میں نے امام عبدالعزیز ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث:۴۰۷ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ ''وتر کو مؤخر کرنا سنت ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسے رات کے ابتدائی حصے میں پڑھ لے تو دوبارہ رات کے آخری حصے میں نہ پڑھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ(**لاَ وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ**) ''ایک رات میں دو وتر نہیں'' ، اور رہا وہ شخص جو وتر کو توڑنے کا قائل ہے تو وہ درحقیقت وتر تین مرتبہ پڑھتا ہے، لہذا درست بات یہ ہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھنے کے بعد رات کے آخری حصے میں وہ نفل نماز پڑھ سکتا ہے، اور اسے وتر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں''.

[نیز دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز:۱۱/۳۱۰۔۳۱۱]

⓬ وتر کیلئے گھر والوں کو بیدار کرنا مشروع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھتے تھے اور

میں آپ کے سامنے آپ کے بستر پر سوئی ہوئی ہوتی تھی، پھر جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے بھی بیدار کر دیتے، پھر میں بھی وتر ادا کر لیتی .اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وتر پڑھتے تو مجھے کہتے :(**قُومِیْ ، فَأَوْتِرِیْ یا عَائِشَۃُ**)
''اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو'' [البخاری:۹۹۷، مسلم:۷۴۴]

امام نوویؒ کہتے ہیں :

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھنا مستحب ہے، چاہے انسان تہجد پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو، بشرطیکہ اسے رات کے آخری حصے میں بیدار ہونے کا یقین ہو، چاہے خود بخود بیدار ہو یا کوئی اور اسے بیدار کر دے، اور جہاں تک سونے سے پہلے وتر پڑھنے کے حکم کا تعلق ہے تو وہ اس شخص کے حق میں ہے جسے سو کر بیدار ہونے کا یقین نہ ہو'' [شرح صحیح مسلم:۲/ ۲۷۰، فتح الباری:۲/ ۴۸۷]

⓮ وتر فوت ہو جائے تو اسے قضا کرنا چاہئیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے ، اور جب آپ ﷺ پر نیند غالب آجاتی یا آپ کو کوئی تکلیف ہوتی جس سے آپ قیامِ لیل نہ کر پاتے تو دن کے وقت آپ ﷺ بارہ رکعات پڑھ لیتے ، اور مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں پورا قرآن مجید پڑھا ہو، اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی پوری رات نماز پڑھی ، اور نہ ہی کبھی پورا مہینہ روزے رکھے سوائے ماہِ رمضان کے.... [مسلم:۷۴۶]

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ أَوْ نَامَ عَنْ شَیْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ بَیْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ

الظُّهرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ)

ترجمہ: ''جو شخص اپنا وردیا اس کا کچھ حصہ نیند کی وجہ سے نہ پڑھ سکے، اور اسے نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھ لے تو وہ اس کیلئے ایسے ہی لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس نے اسے رات کو پڑھا'' [مسلم:۷۴۷]

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ)

ترجمہ: ''جو شخص نیند کی بناء پر یا بھول کر وتر نہ پڑھ سکے وہ صبح اٹھ کر یا جب اسے یاد آئے تو پڑھ لے'' [ابوداؤد:۱۴۳۱، ابن ماجہ:۱۱۸۸، الترمذی:۴۶۵، الحاکم:۱/۳۰۲، وصححہ ووافقہ الذہبی، واحمد:۳/۴۴۔ وصححہ الألبانی فی إرواء الغلیل:۲/۱۵۳]

لہذا بہتر یہ ہے کہ جب کوئی شخص وتر بھول جائے یا اس سے سو جائے، تو وہ سورج کے بلند ہونے کے بعد اسے اپنی عادت کے مطابق جفت عدد میں قضا کر لے، مثلاً اگر وہ گیارہ رکعات پڑھتا تھا تو دن کے وقت بارہ رکعات پڑھ لے، اور اگر وہ نو رکعات پڑھتا تھا تو دن کے وقت دس رکعات پڑھ لے... وعلی ہذا القیاس

اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث ۴۱۲ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ ''بہتر یہ ہے کہ وہ وتر کو قضا کرے، لیکن طاق عدد میں نہیں بلکہ جفت عدد میں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند یا بیماری کی بناء پر وتر نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن کے وقت بارہ رکعات پڑھ لیتے تھے''.

⑭ فرض نمازوں میں قنوتِ نازلہ

نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ مصیبت کے موقعہ پر

ایک ماہ تک ایک قوم کے خلاف بددعا کی، اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے دعا فرمائی جنہیں کمزور سمجھ کر کچھ لوگوں نے قیدی بنالیا تھا، اور انہیں ہجرت کرنے سے منع کر دیا تھا، لیکن جب یہ صورتحال ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے قنوتِ نازلہ بھی چھوڑ دی، اور کبھی آپ ﷺ نے اور نہ ہی آپ کے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے نمازِ فجر یا اس کے علاوہ کسی اور نماز میں قنوتِ نازلہ پر ہیشگی نہیں فرمائی، بلکہ جیسے ہی اس کا سبب ختم ہوتا، وہ اسے ترک کر دیتے، اور ہمیشہ جاری نہ رکھتے، لہذا سنت یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو اس کے مطابق دعا کی جائے، چاہے دعا کسی کے حق میں ہو یا کسی کے خلاف ہو.

[دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۱/۱۵۱، ۲۳/ ۹۸، زاد المعاد: ۱/۱۷۲]

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء تمام نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھی، تاہم مغرب اور فجر میں اس کی زیادہ تاکید پائی جاتی ہے، اور جیسے ہی اس کا سبب ختم ہوا، آپ ﷺ نے اسے ترک کر دیا، حتی کہ فجر میں بھی اسے چھوڑ دیا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ فجر میں ہمیشہ قنوت کو جاری رکھنا بدعت ہے، ہاں اگر اس کا سبب جاری رہے تو قنوت بھی جاری رکھی جاسکتی ہے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ قنوت کے مسئلے میں مسلمانوں کے تین مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:

ایک یہ ہے کہ قنوت منسوخ ہے اور ہر قسم کی قنوت بدعت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قنوت پڑھی، پھر اسے چھوڑ دیا، اور چھوڑ دینا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے.

دوسرا یہ ہے کہ قنوت مشروع ہے اور اسے نمازِ فجر میں ہمیشہ جاری رکھنا سنت ہے.

اور تیسرا یہ ہے کہ قنوت بوقت ضرورت مسنون ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے قنوت پڑھی، پھر اس کے اسباب کے ختم ہونے پر اسے چھوڑ دیا، لہذا مصائب کے وقت ہی قنوت کا پڑھنا مشروع ہے. اور یہ فقہاء الحدیث کا مذہب ہے، اور یہی درست ہے [فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳/ ۹۹، ۱۰۵-۱۰۸]

نیز ان کا کہنا ہے کہ ''وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں قنوت کا پڑھنا مشروع نہیں، الا یہ کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو تمام نمازی تمام نمازوں میں خصوصا فجر اور مغرب میں اس مصیبت کے مطابق قنوت پڑھ سکتے ہیں''. [الاختیارات الفقھیہ: ۹۷]

قنوتِ نازلہ کے بارے میں مختلف احادیث

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک ماہ تک رعل اور ذکوان نامی قبائل پر بددعا کرتے رہے.

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تیس دن تک ان لوگوں پر بددعا کی جنہوں نے بئرِ معونہ کے مقام پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا.

اور تیسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اتنا غم کبھی نہیں ہوا جتنا ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت پر ہوا جنہیں قراء کہا جاتا تھا اور انہیں بئرِ معونہ کے مقام پر شہید کر دیا گیا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ پورا مہینہ ان کے قاتلوں پر بددعا کرتے رہے.

[البخاری: ۱۰۰۴، مسلم: ۶۷۷]

(۲) حضرت خفاف بن إیماء الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، پھر سر اٹھایا اور فرمایا:

(غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا ، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ ، وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ ، وَالْعَنْ رِعْلاً وَذَكْوَانَ)

ترجمہ:''قبیلہ (غفار) کی اللہ تعالی نے مغفرت کردی، اور قبیلہ (اسلم) کو اللہ تعالی نے محفوظ رکھا، اور قبیلہ (عصیہ) نے اللہ تعالی اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی، اے اللہ ! بنی لحیان پر لعنت بھیج، اور رعل اور ذکوان پر بھی لعنت بھیج''

اس کے بعد نبی کریم ﷺ سجدہ ریز ہو گئے. [مسلم:٦٧٩]

(٣) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر اور نمازِ مغرب میں قنوت پڑھی. [مسلم:٦٧٨]

(٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی جاتی تھی. [البخاری:٧٩٨،١٠٠٤]

(٥) ابو سلمہ ؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں رسول اللہ ﷺ کی نماز تمہارے قریب کرونگا، پھر وہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نمازِ ظہر، نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کی آخری رکعت میں جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتے تو مومنوں کیلئے دعا کرتے، اور کافروں پر لعنت بھیجتے. [البخاری:٧٩٧، مسلم:٦٧٦]

(٦) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل ایک ماہ تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر کی نمازوں کی آخری رکعت میں (**سمع اللہ لمن حمدہ**) کہتے تو بنی سلیم کے قبائل (رعل، ذکوان، عصیہ) پر بددعا کرتے، اور جو لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے وہ آمین کہتے. [ابو داود:١٤٤٣، والحاکم:١/٢٢٥۔ شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو صحیح سنن ابی داود میں حسن قرار دیا ہے. ارواء الغلیل:٢/١٦٤]

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کی آخری رکعت
ں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد قنوت پڑھتے ، اور دعا کرتے ہوئے یوں
ماتے: (اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ ھِشَامٍ ، وَعَیَّاشَ بْنَ أَبِیْ
یْعَةَ ، وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَکَ عَلٰی مُضَر ،
ھُمَّ اجْعَلْھَا عَلَیْھِمْ سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ)
ترجمہ: ”اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں
نجات دے، اے اللہ! مضر پر اپنا سخت عذاب نازل فرما، اے اللہ! انہیں قحط سالی میں
ا فرما جیسا کہ یوسف (علیہ السلام) کے زمانے کی قحط سالی تھی“.
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے
ت چھوڑ دی ہے، تو میں نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا
ڑ دی ہے؟ تو مجھے جواب دیا گیا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ وہ (جن کیلئے دعا کرتے
) واپس آ چکے ہیں! [البخاری: ۸۰۴، مسلم: ۶۷۵]
اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:
رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بددعا، یا کسی کے حق میں دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد
تے. [البخاری: ۴۵۶۰]
اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں، اور بخاری کی
اور روایت میں ہے کہ عشاء کی نماز کے دوران قنوت پڑھتے تھے.
[البخاری: ۴۵۹۸، مسلم: ۶۷۵]
(۸) عبد الرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، تو میں نے انہیں قراءت کے بعد اور رکوع سے پہلے یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

(اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ ، وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ، نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ ، وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ ، وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ ، وَلَا نَكْفُرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ ، وَنَخْضَعُ لَكَ ، وَنَخْلَعُ مَنْ يَّكْفُرُ)

ترجمہ: ''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، اور ہم تیری طرف ہی جدو جہد کرتے اور لپکتے ہیں، ہم تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے عذاب سے ڈرنے والے ہیں، یقیناً تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے، اے اللہ! ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، اور تیری مغفرت کے طلبگار ہیں، اور تجھ پر خیر و بھلائی کی تعریف کرتے ہیں، اور تیری ناشکری نہیں کرتے، اور تجھ پر ایمان لاتے اور تیرے لئے جھکتے ہیں، اور جو کفر کرتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں''.

[رواه البيهقي : ٢/ ٢١١ وصحح إسناده ، وصححه الألباني : إرواء الغليل:٢/١٧٠]

اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر، اور اونچی آواز کے ساتھ قنوت پڑھی .[البیہقی :٢/٢١٠ وصححہ، الشیخ الألبانی'' کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح پڑھنا ثابت ہے. ارواء الغلیل:٢/١٧١]

(٩) حضرت سعد بن طارق الأشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ

سے کہا: ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، اور پھر یہاں کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے تقریباً پانچ سال نماز پڑھتے رہے ہیں، تو کیا یہ تمام حضرات نمازِ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: پیارے بیٹے! یہ ایسا عمل ہے جو پہلے نہیں تھا، اب وجود میں آیا ہے! [الترمذی: ۴۰۲، النسائی: ۱۰۸۰، ابن ماجہ: ۱۲۴۱، احمد: ۶/۳۹۴۔ وصححہ الألبانی فی إرواء الغلیل: ۴۳۵]

لہذا عام حالات میں نمازِ فجر میں قنوت کا پڑھنا بدعت ہے، ہاں اگر ہنگامی حالات ہوں، اور عام مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو مخصوص حالات میں نمازِ فجر میں قنوت پڑھی جا سکتی ہے، اسی لئے حضرت سعد بن طارق رضی اللہ عنہ نے اسے (مُحْدَث۔ نیا کام) قرار دیا، اور ان کے اس اثر سے' جس میں سنتِ رسول ﷺ اور سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ کا سبب موجود ہو تو اس کا پڑھنا مشروع ہے، ورنہ یہ نماز کی کوئی دائمی سنت نہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ کی کوئی خاص دعا نہیں، بلکہ سببِ قنوتِ نازلہ کے مطابق کوئی بھی دعا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کرتے تھے.

[فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۳/۱۰۹، زاد المعاد: ۱/۲۸۲]

درج بالا تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مخصوص ہنگامی/ اضطراری حالات میں قنوتِ نازلہ مسنون ہے، اور یہ تمام نمازوں میں پڑھی جا سکتی ہے، تاہم مغرب اور فجر میں اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ قنوت رکوع سے اٹھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر جہرا کی جائے، اور مقتدیوں کیلئے مشروع ہے کہ وہ امام کی دعا پر آمین کہیں.

تنبیہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں مسلسل قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے. [احمد:۳/۱۶۲، الدارقطنی :۲/ ۳۹۔ وضعفہ الألبانی فی السلسلۃ الضعیفۃ : ۱۲۳۸۔ اور میں نے امام ابن بازؒ سے بھی بلوغ المرام کی حدیث: ۳۲۵ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ یہ روایت ہر حال میں ضعیف ہے اور حضرت سعد بن طارق رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے]

دائمی سنتوں میں تیسری قسم نمازِ چاشت ہے

❶ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ خود بھی اسے پڑھتے رہے، اور آپ نے اپنے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا تاکیدی حکم دیا، اور ایک آدمی کو تاکیدی حکم پوری امت کیلئے تاکیدی حکم ہوتا ہے، الا یہ کہ کسی شخص کیلئے اس کے خاص ہونے کی دلیل ثابت ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلَاثٍ [لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ] ، صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى ، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)

''مجھے میرے خلیل حضرت محمد ﷺ نے تین باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے، جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، ہر مہینے میں تین دن کے روزے، چاشت کی دو رکعات، اور یہ کہ میں نمازِ وتر سونے سے پہلے پڑھوں''. [البخاری:۱۹۸۱، ۱۱۷۸، مسلم:۷۲۱]

اور بعینہ یہی وصیت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی. [مسلم:۷۲۲]

اور میں نے امام عبدالعزیز بن بازؒ سے سنا تھا کہ

''یہ دونوں صحیح حدیثیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ جب کسی ایک شخص کو کسی عمل کا تاکیدی حکم دیں تو وہ پوری امت کیلئے ہوتا ہے، اور وہ صرف اس شخص کیلئے خاص نہیں ہوتا، الا یہ کہ آپ ﷺ کسی عمل کے متعلق خود فرمائیں کہ یہ حکم تمہارے لئے ہی خاص ہے تو وہ یقیناً خاص ہوگا، ورنہ آپ ﷺ کا ہر حکم عام ہوتا ہے، اور آپ ﷺ کا اس پر ہمیشہ عمل نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ مسنون نہیں، کیونکہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک عمل شروع کرتے تاکہ اس کا مسنون ہونا ثابت ہو جائے، اور پھر اسے چھوڑ دیتے تاکہ یہ ثابت ہو کہ وہ واجب نہیں.

[یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث: ۴۱۵ کی شرح کے دوران بیان کی]

اور امام نوویؒ نے بھی مذکورہ احادیث ذکر کرنے کے بعد اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے.

[شرح صحیح مسلم: ۵/۲۳۷، نیز دیکھئے: فتح الباری: ۳/۵۷]

لہذا درست یہ ہے کہ نمازِ چاشت پر ہمیشگی کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا تاکیدی حکم دیا، اور اس کی فضیلت کو بیان فرمایا، اور خود اس پر عمل کیا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ چاشت کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار رکعات پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ چاہتا. [مسلم: ۷۱۹]

تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی نفی بھی مروی ہے، چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ

(مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ سُبْحَةَ الضُّحٰی قَطُّ ، وَإِنِّیْ لَأُسَبِّحُهَا ،

وَإِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ)

ترجمہ: ''میں نے نبی کریم ﷺ کو نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، لیکن میں خود پڑھتی ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ ایک عمل کو' باوجودیکہ آپ اسے جاری رکھنا پسند فرماتے' صرف اس لئے ترک کردیتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بھی اس پر عمل کرنا شروع کردیں اور پھر وہ ان پر فرض کردیا جائے''. [البخاری: ۱۱۲۸، مسلم: ۷۱۸]

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نمازِ چاشت پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا:

(لَا إِلَّا أَنْ يَجِيءَ مِنْ مَغِيبِهِ) ''نہیں، الا یہ کہ آپ کچھ عرصہ باہر رہے ہوں تو واپس آکر اسے پڑھتے تھے'' [مسلم: ۷۱۷]

لیکن اثبات اور نفی میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ انہوں نے نمازِ چاشت کا اثبات اُس خبر کی بنیاد پر کیا جو کہ ان تک پہنچی تھی کہ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے، اور انہوں نے نفی اپنے نہ دیکھنے کی کی ہے، یعنی انہوں نے آپ ﷺ کو نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا الا یہ کہ آپ ﷺ باہر رہنے کے بعد واپس آئے ہوں تو تب آپ ﷺ یہ نماز پڑھتے تھے، اور جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے فعل کا تعلق ہے کہ وہ چاشت کی نماز پڑھتی تھیں، تو یہ اس بناء پر تھا کہ انہیں نمازِ چاشت کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ کی احادیث پہنچ چکی تھیں، اور دوسرا یہ کہ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ خود آپ ﷺ بھی نمازِ چاشت پڑھتے تھے. [سبل السلام: ۶۰/۳]

اور امام الشوکانی ؒ کہتے ہیں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں محض اتنی بات ہے کہ انہوں نے اپنے علم کے مطابق خبر دی ہے، جبکہ ان کے علاوہ دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے اور اس پر ہمیشگی کرنی چاہیے، اور جس کو علم حاصل ہے وہ حجت ہے اس پر جس کو علم حاصل نہیں، خاص طور پر یہ بات مدنظر رہے کہ نمازِ چاشت ان اوقات میں نہیں پڑھی جاتی کہ جن میں عموماً عورتوں کے ساتھ خلوت ہوتی ہے''.

[نیل الأوطار:۲/۲۵۶]

اور میں نے امام عبدالعزیز بن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۴۱۵۔۴۱۷ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے اس نماز کے اثبات کی خبر دی، پھر شاید وہ بھول گئیں، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے پہلے نفی کی ہو، پھر انہیں یاد آ گیا ہو، بہر حال اثبات نفی پر حجت ہے، جیسا کہ اثبات اور نفی اگر الگ الگ صحابی سے مروی ہوتے تو ثابت کرنے والے کو نفی کرنے والے پر مقدم کیا جاتا.

❷ نمازِ چاشت کی فضیلت

پہلی حدیث: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى**)

ترجمہ: ''تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر ہر دن صدقہ کرنا ضروری ہے، پس ہر

(سبحان اللہ) صدقہ ہے، اور ہر (الحمد للہ) صدقہ ہے، اور ہر (لا إلٰہ إلا اللہ) صدقہ ہے، اور ہر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور نیکی کا ہر حکم صدقہ ہے، اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان سب سے چاشت کی دو رکعات ہی کافی ہو جاتی ہیں''. [مسلم:۷۲۰]

دوسری حدیث: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**فِیْ الْإِنْسَانِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ مِفْصَلاً ، فَعَلَیْهِ أَنْ یَّتَصَدَّقَ عَنْ کُلِّ مِفْصَلٍ بِصَدَقَةٍ**)

ترجمہ: ''ہر انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور اس پر لازم ہے کہ وہ ہر جوڑ کی جانب سے ایک صدقہ کرے''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے نبی! کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا:

(**اَلنُّخَاعَةُ فِیْ الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا ، وَالشَّیْءُ تُنَحِّیْهِ عَنِ الطَّرِیْقِ ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَکْعَتَا الضُّحٰی تُجْزِئُکَ**)

ترجمہ: ''مسجد میں پڑی تھوک کو دفن کر دو، اور راستے پر پڑی چیز کو ہٹا دو، اگر تم یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جائیں گی''

[ابوداؤد:۵۲۴۲، احمد:۳۵۴/۵۔ وصحہ الألبانی]

اور انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہونے کا ثبوت حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ملتا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: (**إِنَّهُ خُلِقَ کُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مِفْصَلٍ** ....) [مسلم:۱۰۰۷]

ترجمہ: ''بنی آدم میں سے ہر انسان کی خلقت تین سو ساٹھ جوڑوں پر کی گئی ہے...''

تیسری حدیث: حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:(يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : يَا ابْنَ آدَمَ ! لاَ تُعْجِزْنِيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ ، أَكْفِكَ آخِرَهُ)

ترجمہ:''اللہ تعالی فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کے اول حصے میں چار رکعات مت چھوڑو، میں دن کے آخری حصے میں تمہیں کافی ہوجاؤنگا''

[ابوداؤد:۱۲۸۹۔ وصححہ الألبانی]

چوتھی حدیث: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

(ابْنَ آدَمَ ! ارْكَعْ لِيْ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ ، أَكْفِكَ آخِرَهُ)

ترجمہ:''اے ابن آدم! تم دن کے اول حصے میں چار رکعات پڑھا کرو، میں دن کے آخری حصے میں تمہیں کافی ہوجاؤنگا''.[الترمذی:۴۷۵۔ وصححہ الألبانی]

پانچویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنے اور سورج کے بلند ہونے کے بعد نمازِ چاشت کے پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

(مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ)

ترجمہ:''جس شخص نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی ، پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، تو اسے یقینی طور پر مکمل حج وعمرہ کا ثواب ملے گا''.

[الترمذی:٥٨٦۔ وصححہ الألبانی، اور میں نے امام ابن باز ؒ سے سنا کہ انہوں نے

اسے حسن قرار دیا]

اور یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوکر بلند ہو جاتا .

[مسلم: ۶۷۰ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ]

۳ **نمازِ چاشت کا وقت** ایک نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب سے کچھ پہلے تک جاری رہتا ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ اسے سورج کی دھوپ کی گرمی کے وقت پڑھا جائے.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(صَلاةُ الْأَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ) [مسلم: ۷۴۸]

ترجمہ: ''اوابین کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب دھوپ سخت گرم ہو جائے''.

لہذا جو شخص اسے نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں، اور جو اسے سخت گرمی کے وقت زوال کا ممنوع وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھے تو وہ زیادہ بہتر ہے. [مجموع فتاوی ابن باز: ۱۱/ ۳۹۵]

۴ **نمازِ چاشت کی کم از کم رکعات** دو ہیں، اور زیادہ سے زیادہ رکعات کی کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو رکعات کے پڑھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے، جیسا کہ اس حوالے سے چند احادیث پہلے گذر چکی ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر بھی سابقہ سطور میں کیا جا چکا ہے، جس میں یہ ہے کہ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ چاشت کی کتنی

رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار رکعات پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ چاہتا. [مسلم:۷۱۹]

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ چاشت کی چھ رکعات پڑھیں. [الطبرانی فی الأوسط: ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، الترمذی فی الشمائل: ۲۴۵، وصححہ الألبانی فی الإرواء: ۴۶۳]

اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن سورج کے بلند ہونے کے بعد ان کے گھر میں آٹھ رکعات پڑھیں، اور ان کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود مکمل کرتے تھے. [البخاری:۱۱۰۳، مسلم:۳۳۶]

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعات کی کوئی تعداد متعین نہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(.. صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَي شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ....)

ترجمہ: ''تم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنا بند کر دو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں

فرشتے حاضر ہوتے ہیں ، یہاں تک کہ جب (سورج آسمان کے عین وسط تک پہنچ جائے اور) تیر کا سایہ بالکل سیدھا کھڑا ہو (نہ دائیں ہو اور نہ بائیں)، تو اس وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ عین اسی وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے". [مسلم:۸۳۲]

اور سنن ابی داؤد میں اس کے الفاظ یوں ہیں: "... پھر نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور وہ ایک تیر یا دو تیروں کے برابر اونچا چلا جائے" [ابوداؤد:۱۲۷۷]

دوسری قسم : نمازِ نفل کی دوسری قسم وہ نماز ہے جس کیلئے جماعت مشروع کی گئی ہے

وہ نفل نماز جسے باجماعت ادا کرنا مشروع ہے اس میں سے ایک 'نمازِ تراویح ہے:

❶ **تراویح کا مفہوم:** نماز تراویح کو تراویح اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ ہر چار رکعات کے بعد کچھ دیر کیلئے آرام کرتے تھے.

[القاموس المحیط :ص۲۸۲،لسان العرب:۴۶۲/۲]

اور تراویح ماہِ رمضان کے دوران اس قیام کا نام ہے جو رات کے ابتدائی حصے میں ادا کیا جائے، اور اسے ترویحہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ لوگ ہر دو رکعات کے بعد کچھ دیر آرام کرتے تھے ، اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسے تھی؟ تو انہوں نے کہا:

(مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلاَ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً : يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلاَ تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا ، فَلاَ تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلاَثًا ....)

یعنی ''رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، پہلے چار رکعات یوں ادا فرماتے کہ ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعات اس طرح ادا فرماتے کہ ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں بھی مت پوچھو، پھر تین رکعات ادا فرماتے....''

[البخاری:۱۱۴۷،مسلم:۷۳۸]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ پہلے چار رکعات پڑھتے، پھر چار رکعات اور پھر تین رکعات پڑھتے.... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی چار اور دوسری چار کے درمیان کچھ فاصلہ ہوتا، اور اسی طرح دوسری چار اور ان کے بعد تین رکعات کے درمیان بھی فاصلہ ہوتا، اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے اور آخر میں ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے.

[مسلم:۷۳۶، نیز دیکھئے: الشرح الممتع لابن عثیمین :۴/۶۶]

گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر کر رہی ہے، اور خود نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ

(صَلاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى) ''رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے''

[البخاری:۹۹۰،مسلم:۷۴۹] بھی اسی بات کو واضح کر رہا ہے.

❷ نمازِ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان سے بھی اس کی فضیلت بیان فرمائی اور اپنے عمل سے بھی اس کی تاکید کی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قیامِ

رمضان کی ترغیب دیتے تھے، لیکن انہیں سختی کے ساتھ اس کا حکم نہیں دیتے تھے، اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے:

(مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)

ترجمہ: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالی سے اجر وثواب طلب کرتے ہوئے قیامِ رمضان کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''.

[البخاری:۳۷، مسلم:۷۵۹]

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ تراویح مستحب ہے، جبکہ امام ابن قدامہؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے. [شرح صحیح مسلم:۲۸۶/۶، المغنی لابن قدامہ:۲/۶۰۱]

❸ **حدیثِ مذکور میں نمازِ تراویح کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے،** لہذا جو شخص اسے برحق سمجھتے ہوئے اور اللہ تعالی کی شریعت تصور کرتے ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی جو فضیلت بیان فرمائی اس کی تصدیق کرتے ہوئے، اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی سے اس کا اجر وثواب اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہوئے ادا کرے اسے یہ عظیم فضیلت حاصل ہو سکتی ہے.

[فتح الباری لابن حجر:۹۲/۱، نیل الأوطار:۲۳۳/۲]

❹ **نمازِ تراویح اور قیامِ رمضان کیلئے جماعت مشروع ہے،** اور جب تک امام پوری نماز ختم نہ کر لے اس وقت تک اس کے ساتھ نماز جاری رکھنی چاہئیے، جیسا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے

روزے رکھے، آپ ﷺ نے اس دوران ہمیں قیام نہیں کرایا، یہاں تک کہ صرف سات روزے باقی رہ گئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ۲۳ کی رات کو ہمارے ساتھ قیام کیا، اور اتنی لمبی قراءت کی کہ ایک تہائی رات گزر گئی، پھر چوبیسویں رات کو آپ ﷺ نے قیام نہیں پڑھایا، پھر پچیسویں رات کو آپ ﷺ نے قیام پڑھایا، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ رات کا بقیہ حصہ بھی قیام ہی پڑھاتے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ قِيَامَ لَيْلَةٍ)

ترجمہ: '' جوشخص امام کے ساتھ قیام کرے یہاں تک کہ امام قیام سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالی اس کیلئے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیتا ہے''

پھر چھبیسویں رات گذر گئی اور آپ ﷺ نے قیام نہیں پڑھایا، پھر ستائیسویں رات کو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں اور ازواجِ مطہرات اور دیگر لوگوں کو جمع کر کے اتنا لمبا قیام پڑھایا کہ ہمیں سحری کے فوت ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے ماہِ رمضان کے باقی ایام میں ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا''.

[احمد : ۱۵۹/۵ ، الترمذی : ۸۰۶،وقال : حسن صحیح ، ابوداؤد : ۱۳۷۵،النسائی :۱۶۰۵،ابن ماجہ:۱۳۲۷،ابن خزیمہ:۲۲۰۶،ابن حبان:۲۵۳۸۔وصحہ الألبانی]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت نکلے اور مسجد میں نماز پڑھنا شروع کر دی، چنانچہ کچھ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی، اور جب صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کو اس نماز کے متعلق بتایا، اس لئے دوسری رات کو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے، اور انہوں نے رسول

اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، اور جب صبح ہوئی تو تمام لوگوں میں اس نماز کا چرچا ہونے لگا، چنانچہ تیسری رات کو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، نبی کریم ﷺ ان کی طرف گئے اور انہیں نماز پڑھائی، پھر جب چوتھی رات آئی تو مسجد لوگوں کو اپنے اندر سمونے سے عاجز آ گئی، لیکن رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز تک ان کی طرف نہ نکلے، اس دوران بعض لوگ ''نماز، نماز'' کہتے رہے، لیکن آپ ﷺ فجر تک گھر ہی میں ٹھہرے رہے، پھر باہر گئے، فجر کی نماز پڑھائی، اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا:

(أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَأْنُكُمْ، وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا) وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ.

ترجمہ: ''حمد وثناء کے بعد! مجھ پر تمہارا معاملہ مخفی نہ تھا، بلکہ مجھے صرف اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، اور پھر تم اس سے عاجز آ جاؤ''.

اور یہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے. [البخاری: ۹۲۴، مسلم: ۷۶۱]

اور حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رمضان المبارک میں رات کے وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو ہم نے دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں منقسم ہیں، کہیں ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے، اور کہیں ایک شخص اکیلے نماز پڑھنا شروع کرتا ہے تو کچھ لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(إِنِّيْ أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ)

''میں خیال کرتا ہوں کہ اگر میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا''

پھر انہوں نے پختہ عزم کرلیا، اور انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کردیا، پھر میں دوسری رات کو بھی ان کے ساتھ نکلا تو تمام لوگ ایک ہی قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ، وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ . يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ . وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ)

''یہ ایک اچھا 'نیا کام ہے، اور یہ جس نماز سے سوئے رہتے ہیں وہ اُس نماز سے بہتر ہے جسے یہ اب پڑھ رہے ہیں''، یعنی رات کے آخری حصے میں، اور لوگ رات کے ابتدائی حصے میں نماز پڑھتے تھے۔ [البخاری: ۲۰۱۰]

اور یہ تمام احادیث باجماعت نمازِ تراویح اور قیامِ رمضان کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، اور یہ کہ جو شخص امام کے ساتھ آخر تک نماز پڑھتا ہے اس کیلئے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

اور رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ **(نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ)** یعنی ''یہ ایک اچھا 'نیا کام ہے'' تو اس سے مراد شرعی بدعت نہیں بلکہ لغوی طور پر نیا کام ہے کیونکہ یہ عمل اس سے پہلے اس صورت میں انجام نہیں دیا جاتا تھا، اس لئے اسے نیا کام قرار دیا، ورنہ شریعت میں اس نماز کیلئے چند اصول موجود تھے جن کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے، اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ راتیں یہ نماز پڑھاتے رہے، پھر اسے باجماعت پڑھنا اس لئے ترک کردیا کہ کہیں یہ ان پر فرض نہ کردی جائے اور وہ اس سے عاجز آجائیں، اور یہ

خدشہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ختم ہوگیا تھا!

(۲) نبی کریم ﷺ نے سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنے کا حکم دیا، اور یہ عمل بھی اسی کا ایک حصہ تھا.

اور میں نے امام عبدالعزیز بن بازؒ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کی شرح کے دوران سنا تھا کہ یہاں بدعتِ لغویہ مراد ہے، اور مقصود یہ ہے کہ انہوں نے یہ عمل بایں طور شروع کیا تھا کہ پورے ماہِ رمضان المبارک میں اسے باجماعت پڑھتے، اور اس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی تھی، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھی بدعت قرار دیا، ورنہ یہ ایک سنت ہے جس پر خود نبی کریم ﷺ نے بعض راتیں عمل کیا.

۵ آخری عشرے میں قیامِ رمضان کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئیے، کیونکہ اسی عشرے میں لیلۃ القدر آتی ہے جس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)

ترجمہ: ''جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلبِ اجر وثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں'' [البخاری:۲۰۱۴، مسلم:۷۶۰]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ رات بھر جاگتے، اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، اور کمر بستہ ہوکر خوب عبادت کرتے''.[البخاری:۲۰۲۴، مسلم:۱۱۷۴]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبادات میں جتنی محنت آخری عشرے میں کرتے تھے اتنی کبھی نہیں کرتے تھے.[مسلم:۱۱۷۵]

اور حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیئیسویں رات کو تہائی رات تک قیام کیا، پھر پچیسویں رات کو آدھی رات تک کیا، اور ستائیسویں رات کو اتنا لمبا قیام کیا کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید آج ہم سحری نہیں کر سکیں گے. [النسائی:١٦٠٦۔وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے جس کا تذکرہ سابقہ سطور میں ہو چکا ہے.

❻ نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشاء کی سنتوں کے بعد شروع ہوتا ہے.

[الشرح الممتع لابن عثیمین:۸۲/۴]

❼ رکعاتِ تراویح کی تعداد

رکعاتِ تراویح کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے کہ جس کے سوا کوئی اور تعداد جائز ہی نہ ہو، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(صَلاۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی ، فَإِذَا خَشِیَ أَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَۃً وَّاحِدَۃً تُوْتِرُ لَہُ مَا قَدْ صَلّٰی)

ترجمہ: ’’رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے، لہذا تم میں سے کسی شخص کو جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کر لے جو اس کی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی‘‘. [البخاری:۹۹۰،مسلم:۷۴۹]

لہذا کوئی شخص اگر بیس رکعات پڑھ کر تین وتر پڑھ لے، یا چھتیس رکعات پڑھ کر تین وتر پڑھ لے، یا اکتالیس رکعات پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے.

[سنن الترمذی : ۱۶۱/۳ ، المغنی لابن قدامۃ : ۶۰۴/۲ ، فتاوی ابن تیمیہ :

۲۳/۱۱۲/۲۳-۱۱۳، سبل السلام للصنعانی: ۳/۲۰-۲۳]

لیکن افضل تعداد وہ ہے جو خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اور وہ ہے تیرہ یا گیارہ رکعات، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (**كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً**) یعنی "رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے". [مسلم: ۷۶۴]

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسے تھی؟ تو انہوں نے کہا:

(**مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلاَ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً** ....)

یعنی "رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے...." [البخاری: ۱۱۴۷، مسلم: ۷۳۸]

لہذا ایہی تیرہ یا گیارہ رکعات ہی افضل ہیں، اور کامل ثواب بھی اسی تعداد میں ہے.

[الشرح الممتع لابن عثیمین: ۴/۷۲، فتاوی ابن باز: ۱۱/۳۲۰-۳۲۴]

اور اگر وہ اس سے زیادہ پڑھنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ پہلی حدیث میں اس کی دلیل موجود ہے.

تیسری قسم: نمازنفل کی تیسری قسم عمومی نفل نماز ہے، جو کہ دن اور رات میں ہر وقت مشروع ہے سوائے ممنوعہ اوقات کے.

اوراس کی دوقسمیں ہیں:

(ا) نمازتہجد

❶ تہجد کا مفہوم: لفظ تہجد" هجد " سے ہے، اوراس کا معنی ہے رات کے وقت سونا اور پھر اٹھ کر نماز پڑھنا، اور متهجد اس شخص کو کہتے ہیں جو نیند سے بیدار ہو کر نماز کیلئے کھڑا ہو جائے. [لسان العرب:۳/۴۳۲، القاموس المحیط:۴۱۸]

❷ نمازِ تہجد سنت مؤکدہ ہے، اور کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے.

اور نمازِ تہجد کی عظمت کی بناء پر اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا: ﴿ **يٰا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ☆ قُمِ اللَّيْلَ إِلاَّ قَلِيْلاً ☆ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً ☆ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً** ﴾[المزمل:۱-۴]

ترجمہ: "اے کپڑا اوڑھنے والے! رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی قیام کیجئے، رات کا آدھا حصہ یا اس سے کچھ کم کر لیجئے، اس سے زیادہ کیجئے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے".

اسی طرح فرمایا: ﴿ **وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** ﴾[الاسراء:۷۹]

ترجمہ: "اور رات کو تہجد ادا کیجئے، یہ آپ کیلئے زائد کام ہے، ممکن ہے کہ آپ کا رب

آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے''.

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلاً ☆ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلاَ تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ☆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلاً ☆ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلاً طَوِيلاً ﴾

[الإنسان:۲۳-۲۶]

ترجمہ:''ہم نے ہی آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے، لہذا آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجئے، اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانیئے، اور صبح وشام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے، اور رات کو بھی اس کے حضور سجدہ کیجئے، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کیجئے''.

اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴾ [ق:۴۰]

ترجمہ:''اور رات کو اور سجدے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیجئے''

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴾ [الطور:۴۹]

ترجمہ:''اور رات کو اس کی تسبیح کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی''.

نیز فرمایا: ﴿ يَتْلُوْنَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴾

[آل عمران:۱۱۳]

ترجمہ:''وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے اور سجدہ ریز رہتے ہیں''. اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ﴾ [آل عمران:۱۷]

ترجمہ: ''اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں''.

❸ رات کے قیام کی فضیلت انتہائی عظیم ہے کیونکہ:

① نبی کریم ﷺ اس کا اتنا اہتمام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: (**أَفَلاَ أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا**)

''کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں؟'' [البخاری: ۴۸۳۷، مسلم: ۲۸۲۰]

اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہوگیا، آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کردی ہیں، پھر بھی آپ اتنا لمبا قیام کرتے ہیں! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**أَفَلاَ أَكُـوْنُ عَبْـدًا شَـكُوْرًا**) ''کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں؟''

[البخاری: ۴۸۳۶، مسلم: ۲۸۱۹]

اور حضرت عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ نے چند اشعار میں آپ کے قیام کی کیفیت یوں بیان کی:

وفينا رسول الله يتلو كتابه إذا انشق معروف من الفجر ساطع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه إذا استثقلت بالكافرين المضاجع

ترجمہ: ''اور ہم میں ایک ایسے اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اس وقت کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح صادق کی روشنی پھیلتی ہے، اور آپ رات اس حالت میں

گذارتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے، جبکہ کافر اس وقت اپنی گہری نیند میں مست ہوتے ہیں''۔

④ نمازِ تہجد دخولِ جنت کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ بڑی تیزی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے (اور آپ کا استقبال کیا)، اور ہر جانب یہ آواز لگائی گئی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں، چنانچہ میں بھی لوگوں میں شامل ہو گیا تا کہ آپ کو دیکھ سکوں، پھر جب میں نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، اور میں نے آپ ﷺ سے جو سب سے پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی:

(يٰا أَيُّهَا النَّاسُ ! أَفْشُوْا السَّلاَمَ ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ، وَصِلُوْا الْأَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ، تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ)

ترجمہ: ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، (اگر یہ کام کرو گے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے''۔

[ابن ماجہ: ۱۳۳۴، ۳۲۵۱، الترمذی: ۲۴۸۵، ۱۹۸۴ والحاکم: ۳/۱۳، واحمد: ۵/۴۵۱۔
وصححه الألباني في الصحيحة: ۵۶۹ وإرواء الغليل: ۳/۲۳۹]

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ألهتك لذة نومة عن خير عيش　　مع الخيرات في غرف الجنان

تعيش مخلدا لا موت فيها　　وتنعم في الجنان مع الحسان

تیقظ من منامک إن خیرا من النوم التهجد بالقرآن

ترجمہ: ''تجھے نیند کی لذت نے اس بہترین زندگی سے غافل کر دیا ہے جو جنت کے بالا خانوں میں خوب سیرت عورتوں کے ساتھ ہوگی، تم وہاں ہمیشہ رہو گے، اور وہاں موت نہیں آئے گی، اور تم جنت میں خوبصورت عورتوں کے ساتھ عیش کرو گے، (لہذا) اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ، کیونکہ نمازِ تہجد میں قرآن پڑھنا سونے سے کہیں بہتر ہے''.

[قیام اللیل للمروزی: ۹۰، التہجد وقیام اللیل لابن ابی الدنیا: ۱۷۱]

③ قیام اللیل جنت کے بالا خانوں میں درجات کی بلندی کا ایک سبب ہے، جیسا کہ حضرت ابو مالک الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا ، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ ، وَأَفْشَى السَّلَامَ ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ)

ترجمہ: ''بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے، انھیں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو، بات نرمی سے کرتا ہو، مسلسل روزے رکھتا ہو، اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں''. [احمد: ۵/۳۴۳، ابن حبان (موارد الظمآن): ۶۴۱، الترمذی (عن علی رضی اللہ عنہ): ۲۵۲۷، وحسنه الألبانی فی صحیح سنن الترمذی وصحیح الجامع: ۲۱۱۹]

④ قیام اللیل پر ہمیشگی کرنے والے متقین اور محسنین میں سے ہیں جو کہ اللہ کی رحمت اور اس کی جنت کے مستحق ہیں، فرمان الٰہی ہے:

﴿كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ☆ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

[الذاریات: ۱۷، ۱۸]

ترجمہ: ''رات کو کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے''۔

⑤ اللہ تعالی نے عباد الرحمٰن کی صفات کے ضمن میں قیام اللیل کرنے والوں کی یوں تعریف فرمائی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴾[الفرقان: ۶۴]

ترجمہ: ''اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گذارتے ہیں''۔

⑥ اور اللہ تعالی نے قیام اللیل کرنے والوں کے ایمانِ کامل کی شہادت یوں دی:

﴿ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُوْنَ ☆ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ☆ فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[السجدہ: ۱۵، ۱۶، ۱۷]

ترجمہ: ''ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں، اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے، ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا چیزیں ان کیلئے چھپا کر رکھی گئی ہیں، یہ ان کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

⑦ اللہ تعالی نے قیام کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر قرار نہیں دیا جو قیام نہیں کرتے، اور اس نے ان ایمان والوں کو اصحابِ علم قرار دیا ہے جو کہ رات کو قیام کرتے

ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بڑا بیان کیا ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر:۹]

ترجمہ: ''کیا (یہ بہتر ہے) یا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے گذارتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، ان سے پوچھئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مگر ان باتوں سے سبق تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں''.

⑧ قیام اللیل گناہوں کو مٹاتا اور برائیوں سے روکتا ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلٰى رَبِّكُمْ ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ ، وَمَنْهَاةٌ لِلْآثَامِ)

ترجمہ: ''تم قیام اللیل ضرور کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی، اور اس سے تمہیں تمہارے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے، اور یہ گناہوں کو مٹانے والا، اور برائیوں سے روکنے والا ہے''.

[الترمذی: ۳۵۴۹، الحاکم: ۱/ ۳۰۸، البیہقی: ۲/ ۵۰۲، وحسنہ الألبانی فی صحیح سنن الترمذی، وإرواء الغلیل: ۴۵۲]

⑨ فرض نماز کے بعد قیام اللیل سب سے افضل نماز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد کی ترغیب دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا:

(أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ : شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ : صَلَاةُ اللَّيْلِ)

ترجمہ: ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے''.[مسلم:۱۱۶۳]

⑩ مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(يَا مُحَمَّدُ ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ) ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ ، وَعِزُّهُ اِسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ)

ترجمہ: ''اے محمد! آپ جتنا عرصہ چاہیں زندہ رہیں، آخر کار آپ پر موت ہی آنی ہے، اور جس سے چاہیں محبت کرلیں، آخر کار آپ اس سے جدا ہونے والے ہیں، اور آپ جو چاہیں عمل کریں، آپ کو اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا''

پھر انہوں نے کہا: ''اے محمد! مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے، اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے''.

[الحاکم: ۳۲۵/۴ ۔ وصححہ ووافقہ الذہبی ، وحسن إسنادہ المنذری فی الترغیب والترہیب:۶۴۰/۱ وحسنہ الألبانی فی الصحیحۃ:۸۳۱]

⑪ قیام اللیل کے عظیم ثواب کی بناء پر قیام کرنے والا قابلِ رشک ہے، کیونکہ قیام

دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ)

ترجمہ: ''صرف دو آدمی ہی قابلِ رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالی نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے، اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالی نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے'' [مسلم: ۸۱۵]

۴ قیام اللیل میں قراءتِ قرآن کرنا بہت بڑی غنیمت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ، وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ، وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ)

ترجمہ: ''جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا، اور جو شخص سو آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جو شخص ایک ہزار آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے اسے اجر وثواب کے خزانے حاصل کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے''. [ابو داؤد: ۱۳۹۸، وابن خزیمہ: ۲/۱۸۱: ۱۱۴۲، وصححہ الألبانی فی صحیح سنن ابی داؤد والصحیحۃ: ۶۴۳]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيْهِ ثَلاَثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ

سِمَانٍ ؟ قُلْنَا : نَعَمْ ، قَالَ : ثَلاَثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلاَتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلاَثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ)

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ بات پسند ہے کہ جب وہ اپنے گھر کو واپس لوٹے تو اس میں تین حاملہ اور بڑی ہی موٹی اور صحتمند اونٹنیاں پائے ؟ ہم نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اگر تین آیات اپنی نماز میں پڑھ لے تو یہ اسے کیلئے تین حاملہ اور صحتمند اونٹنیوں سے بہتر ہے''. [مسلم:۸۰۲]

اور نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کے ختم کیلئے کم از کم مدت تین دن مقرر فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''چالیس دن'' ، پھر آپ نے فرمایا: ''ایک ماہ '' ، پھر آپ نے فرمایا: ''بیس دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''پندرہ دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''دس دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''ایک ہفتہ '' ، انہوں نے کہا: میں اس سے بھی کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (**لاَ يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلاَثٍ**) ''جو شخص اسے تین دن سے کم مدت میں پڑھتا ہے وہ اسے سمجھ نہیں سکتا''. [ابوداود:۱۳۹۵،۱۳۹۰۔وصحہ الألبانی]

❷ قیام اللیل کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے

نمازِ تہجد کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے، تاہم رات کے ابتدائی حصے میں، درمیانے حصے میں اور اس کے آخری حصے میں بھی تہجد پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں اس قدر روزے چھوڑتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے اس میں سرے سے روزے رکھے ہی

نہیں، اور کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے کبھی روزہ چھوڑا ہی نہیں، اور رات کے جس حصہ میں آپ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے' ضرور دیکھ لیتے، اور جس حصہ میں آپ کو سوئے ہوئے دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے۔ [البخاری:۱۱۴۱]

اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں آسانی ہے، اور کوئی مسلمان رات کے کسی حصے میں جب بآسانی قیام اللیل کرسکتا ہو تو وہ کر لے، تاہم رات کے آخری تہائی حصے میں کرنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب رات کے آخری حصے کا وسط ہوتا ہے، لہذا اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ اس وقت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرنا''۔

[الترمذی:۳۵۷۹، ابوداؤد:۱۲۷۷، النسائی:۲۷۵۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ) وفي رواية لمسلم:(فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ)

ترجمہ: ’’ہمارا رب‘ جو بابرکت اور بلند و بالا ہے‘ جب ہر رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پھر کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے معاف کردوں؟‘‘

اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ’’پھر وہ بدستور اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہوجائے‘‘. [البخاری:۱۱۴۵، ۶۳۲۱، ۷۴۹۴، مسلم:۷۵۸]

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**إِنَّ فِيْ اللَّيْلِ لَسَاعَةً لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ**)

ترجمہ: ’’بے شک ہر رات کو ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالی سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالی اسے وہ بھلائی ضرور عطا کرتا ہے‘‘. [مسلم:۷۵۷]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**أَحَبُّ الصَّلاَةِ إِلَى اللّٰهِ صَلاَةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا ، وَلاَ يَفِرُّ إِذَا لاَقٰى**)

ترجمہ: ’’اللہ تعالی کو سب سے محبوب نماز حضرت داود علیہ السلام کی نماز ہے، اور اللہ تعالی کو سب سے محبوب روزے حضرت داود علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ آدھی رات سوتے تھے، اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے، اور اس کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، اور ایک دن

روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے، اور جب (دشمن سے) ملاقات کرتے تو راہِ فرار اختیار نہ کرتے''.[البخاری:۱۱۳۱،۱۹۷۹، مسلم:۱۱۵۹]

اور مسروق ؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کونسا عمل نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ عمل جو ہمیشہ جاری رہے، میں نے کہا: آپ ﷺ قیام کیلئے کب بیدار ہوتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: جب مرغے کی آواز سنتے.[البخاری۱۱۳۲، مسلم:۷۴۱]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالی نبی کریم ﷺ کو رات کے کسی حصے میں بیدار کردیتا، پھر آپ ﷺ طلوعِ فجر سے پہلے ہی اپنا ورد مکمل کر لیتے.

[ابوداؤد:۱۳۱٦۔ وحسنہ الألبانی]

❺ رکعاتِ قیام اللیل کی تعداد

قیام اللیل کیلئے کوئی ایک عدد خاص نہیں کیا گیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (**صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى ، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى**)

ترجمہ: ''رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے، لہذا تم میں سے کسی شخص کو جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کرلے جو اس کی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی''.[البخاری:۹۹۰، مسلم:۷۴۹]

تاہم افضل یہ ہے کہ گیارہ یا تیرہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھی جائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل یہی تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نمازِ عشاء سے (جسے لوگ العتمۃ۔ رات کی نماز۔ کہتے ہیں) فارغ ہوکر فجر کی نماز تک

گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے، اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے..... [مسلم:٧٣٦]

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسے تھی؟ تو انہوں نے کہا:

(مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلاَ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً ....)

یعنی ''رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے ....'' [البخاری:١١٤٧، مسلم:٧٣٨]

❻ قیام اللیل کے آداب

① سوتے وقت قیام اللیل کی نیت کرے، اور نیند کے ذریعے اطاعت کیلئے طاقت کے حصول کا ارادہ کرے تاکہ اس کی نیند پر بھی اسے ثواب حاصل ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ امْرِئٍ تَكُوْنُ لَهٗ صَلاَةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهٗ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلاَّ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ أَجْرَ صَلاَتِهٖ ، وَكَانَ نَوْمُهٗ صَدَقَةً عَلَيْهِ)

ترجمہ: ''جو شخص رات کو نماز پڑھنے کا عادی ہو، لیکن (کسی رات) اس پر نیند غالب آجائے تو اس کیلئے اس کی نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کیلئے صدقہ ہوتی ہے''. [النسائی:١٧٨٤، ابوداود:١٣١٤، الموطأ:١/١١٧۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **(مَنْ أَتٰى فِرَاشَهٗ وَهُوَ يَنْوِيْ أَنْ يَّقُوْمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى أَصْبَحَ ،**

كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے بستر پر اس نیت کے ساتھ آئے کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھے گا، پھر اس پر نیند غالب آ گئی یہاں تک کہ اس نے صبح کر لی، تو اس کیلئے اس کی نیت کے مطابق اجر لکھ دیا جاتا ہے، اور اس کی نیند اللہ تعالی کی طرف سے اس کیلئے صدقہ ہوتی ہے''. [النسائی: ۱۷۸۷۔ وصححہ الألبانی]

④ بیدار ہوتے وقت نیند کے آثار ختم کرنے کی غرض سے اپنا ہاتھ منہ پر پھیرے، پھر (بیدار ہونے کی) دعا پڑھے اور اس کے بعد مسواک کرکے یہ دعا پڑھے:

(لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ)

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کیلئے ساری بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اور اللہ پاک ہے، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ کی توفیق کے بغیر نہ کسی برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کرنے کی، اے میرے اللہ! مجھے معاف کردے''.

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص رات کو بیدار ہو، پھر یہ دعا پڑھے، تو اس کے بعد وہ جو دعا بھی کرتا ہے، اسے قبول کیا جاتا ہے''. [البخاری: ۱۱۵۴]

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے، پھر نیند کے آثار ختم کرنے کیلئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر آل عمران کی

آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی...[مسلم:۷٦۳]

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے.[البخاری:۲۴۵، مسلم:۲۵۴]

اس کے بعد وہ نیند سے بیدار ہونے کے دیگر اذکار پڑھے اور اس طرح وضو کرے جیسا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے.[حصن المسلم:۱۲۔۱٦]

③ رات کی نفل نماز کا آغاز ہلکی پھلکی دو رکعات سے کرے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوتے تو اپنی نماز کا آغاز دو ہلکی پھلکی رکعات سے کرتے.[مسلم:۷٦۷]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ)

ترجمہ:''تم میں سے کوئی شخص جب رات کے قیام کیلئے کھڑا ہوتو دو ہلکی پھلکی رکعات سے اپنی نماز کا افتتاح کرے'' [مسلم:۷٦۸]

④ نمازِ تہجد گھر میں پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں ہی تہجد پڑھتے تھے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:(... **فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ)**

ترجمہ:'' لہذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے''

[البخاری:۱۱۳۱، مسلم:۷۸۱]

⑤ قیام اللیل بغیر انقطاع کے ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے، اور بہتر یہ ہے کہ مسلمان چند معلوم رکعات پر ہیشگی کرے، اگر وہ ہشاش بشاش ہو تو ان میں لمبا قیام کرے، اور اگر اس میں سستی ہو تو ہلکا قیام کرے، اور اگر وہ رکعات اس سے فوت ہو جائیں تو وہ انہیں قضا کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (**خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْاَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ**)

ترجمہ: ''تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتا تا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ، اور اللہ تعالی کو سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر ہیشگی کی جائے چاہے وہ کم کیوں نہ ہو''. [البخاری :۱۹۷۰، مسلم:۷۸۲ ۔ واللفظ لہ]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

(**يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ**)

ترجمہ: ''اے عبد اللہ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ بنو کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل کو چھوڑ دیا''. [البخاری:۱۱۵۲، مسلم:۱۱۵۹]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند غالب آجاتی یا آپ کو کوئی تکلیف ہوتی جس سے آپ قیامِ لیل نہ کر پاتے تو دن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ رکعات پڑھ لیتے.... [مسلم:۷۴۶]

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرما

(مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ نَامَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ بَيْنَ صَلاةِ الْفَجْرِ وَصَلا
الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ)

ترجمہ: ''جو شخص اپنا ورد یا اس کا کچھ حصہ نیند کی وجہ سے نہ پڑھ سکے، اور اسے نماز
اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھ لے تو وہ اس کیلئے ایسے ہی لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس۔
اسے رات کو پڑھا'' [مسلم: ۷۴۷]

⑥ اگر اس پر اونگھ طاری ہو تو اسے قیام اللیل ترک کر کے سو جانا چاہیئے یہاں تک
اس سے اونگھ کے آثار ختم ہو جائیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جائے، جیسا کہ حضرت عا
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا نَعِسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ ، فَإِ
أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ)

ترجمہ: ''تم میں سے کسی شخص کو جب حالتِ نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہ
تک کہ اس سے نیند کے آثار ختم ہو جائیں، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص جب حالتِ ا
میں نماز جاری رکھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اپنے آپ کو برا
کہنا شروع کر دے''. [البخاری: ۲۱۲، مسلم: ۷۸٦]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلَى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ
يَقُولُ ، فَلْيَضْطَجِعْ)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جب رات کو قیام کرے، پھر (اونگھ کی وجہ سے)

کی زبان سے قرآن کی قراءت مشکل ہو جائے ، اور اسے کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے،تو وہ لیٹ جائے".[مسلم:۷۸۷]

⑦ اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ قیام اللیل کیلئے اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو قیام کرتے ، پھر جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی ارشاد فرماتے:

(قُوْمِیْ ، فَأَوْتِرِیْ یا عَائِشَةُ) "اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو"

[البخاری:۹۹۷، مسلم:۷۴۴]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى ، ثُمَّ أَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ ، ثُمَّ أَيْقَظَتْ زَوْجَهَا ، فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ)

ترجمہ:"اللہ تعالی اس آدمی پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار ہوا اور اس نے نماز پڑھی ، پھر اس نے اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی ، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا ، اور اللہ تعالی اس عورت پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار ہوئی اور اس نے نماز پڑھی ، پھر اس نے اپنے خاوند کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی ، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا".

[النسائی:۱۶۱۰، ابن ماجہ:۱۳۳۶، ابوداؤد:۱۳۰۸ ۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ ، كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ)

ترجمہ: ''جب ایک شخص رات کو بیدار ہو اور وہ اپنی بیوی کو بھی جگائے ، پھر وہ دو رکعات ادا کریں، تو انہیں اللہ تعالی کا زیادہ ذکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے''. [ابن ماجہ:۱۳۳۵، ابوداؤد:۱۳۰۹۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کے وقت آئے ، اور آپ نے فرمایا : (أَلَا تُصَلِّيَانِ ؟) ''تم دونوں نماز نہیں پڑھتے ؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں ، وہ جب چاہے گا تو ہمیں اٹھا دے گا! میں نے جب یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے ، اور مجھے کوئی جواب نہ دیا، اور جب آپ پیٹھ پھیر رہے تھے تو اس وقت میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارا اور فرمایا (وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً) ''انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو واقع ہو ہے''. [البخاری:۱۱۲۷، مسلم:۷۷۵]

ابن بطال ؒ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں قیام اللیل کی اور اس کیلئے اپنے اہلِ خانہ اور رشتہ داروں کو بیدار کرنے کی فضیلت ذکر کی گئی ہے .[فتح الباری لابن حجر:۳/۱۱]

اور امام طبریؒ کہتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کی عظیم فضیلت معلوم نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی اور اپنے چچا زاد کو ایسے وقت میں پریشان نہ کرتے جسے اللہ تعالی نے مخلوق کے آرام کیلئے بنایا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آرام وسکون پر قیام اللیل کی فضیلت کو ترجیح دی تا کہ وہ دونوں اسے حاصل کر سکیں ، اور ایسے

انہوں نے اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کیا:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لاَ نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوىٰ ﴾ [طہ:۱۳۲]

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، اور خود بھی اس پر ڈٹ جایئے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، وہ تو ہم خود آپ کو دیتے ہیں، اور انجام (اہلِ) تقوی ہی کیلئے ہے''. [المرجع السابق]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہے گا تو ہمیں اٹھا دے گا'' یہ بات انہوں نے دراصل اللہ تعالی کے اس فرمان سے لی ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الزمر:۴۲]

ترجمہ: ''اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کر لیتا ہے، اور جو مرا نہ ہو اس کی روح نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو اس کی روح کو روک لیتا ہے، اور دوسری روحیں ایک مقررہ وقت تک کیلئے واپس بھیج دیتا ہے، غور وفکر کرنے والے لوگوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''.

اور جہاں تک نبی کریم ﷺ کا اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے کا تعلق ہے تو اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی اور ان کی طرف سے معذرت نہ کرنے پر ایسا کیا.

اور اس حدیث میں قیام اللیل کی ترغیب کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ایک انسان اپنے

ساتھی کو اس کا حکم دے سکتا ہے، اور یہ کہ حاکمِ وقت کو اور ہر ذمہ دار کو چاہیئے کہ وہ اپنی رعایا اور اپنے ماتحت لوگوں کی خبر گیری کرے، اور ان کی دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا خیال رکھے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ نصیحت کرنے والے کو چاہیئے کہ اگر اس کی نصیحت کو قبول نہ کیا جائے یا اس سے ایسی معذرت کر لی جائے جو اسے قبول نہ ہو تو وہ نہ اسے اپنے لئے عار سمجھے اور نہ ہی تشدد اور سختی کرے۔

[شرح مسلم للنووی: ۶/ ۳۱۱، فتح الباری: ۳/ ۱۱]

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

(سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ ! وَمَاذَا أَنْزَلَ مِنَ الْفِتَنِ ! أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ . يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ حَتّٰى يُصَلِّيْنَ . ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِيْ الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِيْ الْآخِرَةِ)

ترجمہ: ''سبحان اللہ! اللہ تعالی نے کتنے خزانے نازل فرمائے ہیں! اور کتنے فتنے اتارے ہیں! ان حجروں والیوں کو جگا دو۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات کو تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ دنیا میں لباس پہننے والی کئی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہونگی!''

[البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۶۲۱۸]

الحافظ ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں قیام اللیل کی ترغیب دی گئی ہے، اسے واجب نہیں قرار دیا گیا، اور اس میں یہ بھی ہے کہ بیدار ہوتے وقت اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہیئے، اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کیلئے جگانا چاہیئے، خاص طور پر اس وقت جب قدرتِ الٰہی کی کوئی نشانی ظاہر ہو۔ [فتح الباری: ۳/ ۱۱]

اورحدیث کے الفاظ ''دنیا میں کئی لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہونگی'' کے بارے میں ابن الأثیرؒ کا کہنا ہے کہ یہ دراصل انسان کے اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال صالحہ سے کنایہ ہے، اور گویا آپ ﷺ یوں فرمارہے ہیں کہ کئی مالدار لوگ جنہوں نے دنیا میں کوئی خیر کا کام نہیں کیا، وہ روزِ قیامت فقراء ہونگے، اور لباس پہننے والے اور عیش وعشرت میں زندگی بسر کرنے والے کئی لوگ آخرت کے دن برہنہ اور بدحال ہونگے۔[جامع الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ :٦/ ٦٨]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھتے جتنی اللہ چاہتا، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو آپ اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کردیتے اور فرماتے: اٹھو نماز پڑھو، اٹھو نماز پڑھو، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ﴾ [طہ:١٣٢]

ترجمہ:''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، اور خود بھی اس پر ڈٹ جایئے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، وہ تو ہم خود آپ کو دیتے ہیں، اور انجام (اہلِ) تقوی ہی کیلئے ہے''.[الموطأ: ٥۔ صححہ الأرناؤط فی جامع الأصول: ٦/ ٦٩، والألبانی فی تحقیق المشکاۃ:١٢٤٠]

⑧ نماز تہجد پڑھنے والا شخص حسب طاقت اس میں قرآن مجید کی قراءت کرے، اور غور وفکر کے ساتھ کرے، اور اسے اختیار ہے، چاہے تو اونچی آواز سے کرے اور چاہے تو پست آواز سے کرے، تاہم اگر اونچی آواز سے قراءت کرنا اسے چست رکھنے کا باعث ہو، یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو اس کی قراءت سن رہا ہو، یا اس سے فائدہ اٹھا رہا

ہوتو پھر قراءت جہرا کرنا افضل ہے، اور اگر اس کے قریب کوئی اور شخص بھی تہجد پڑھ رہا ہو، یا اس کی اونچی آواز سے کسی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں قراءت سرا (پست آواز کے ساتھ) کرنا افضل ہے، اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ جیسے چاہے قراءت کرے. [المغنی لابن قدامہ:۲/۵٦۲]

اور اس بارے میں احادیث موجود ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میں نے ایک برا ارادہ کرلیا ۔ان سے پوچھا گیا: کس چیز کا ارادہ؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں. [البخاری:۱۱۳۵، مسلم:۷۷۳ واللفظ لہ]

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کر دی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ اسے دو رکعات میں مکمل کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید اسے مکمل کر کے رکوع میں چلے جائیں گے، لیکن آپ نے اسے ختم کر کے سورۃ النساء شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، اور آپ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کر رہے تھے، جب کسی تسبیح والی آیت سے گذرتے تو وہاں تسبیح پڑھتے، اور جب سوال والی آیت سے گذرتے تو وہاں سوال کرتے، اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو وہاں پناہ طلب کرتے... [مسلم:۷۷۲]

اورحضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا، آپ نے سورۃ البقرۃ کی قراءت فرمائی، اورآپ جب رحمت والی آیت سے گذرتے تو رک جاتے اور (رحمت کا) سوال کرتے، اور جب عذاب والی آیت سے گذرتے تو رک کر اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا، اور وہ بھی اتنا ہی لمبا تھا جتنا قیام تھا، آپ رکوع میں یہ دعا بار بار پڑھتے رہے: (**سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبَرُوْتِ ، وَالْمَلَکُوْتِ ، وَالْکِبْرِیَاءِ ، وَالْعَظَمَةِ**)، پھر آپ ﷺ نے قیام ہی کے بقدر سجدہ کیا، اور سجدے میں بھی یہی دعا پڑھتے رہے، پھر آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو اس میں سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے. [ابو داود: ۸۷۳، النسائی: ۱۰۴۹۔ وصححہ الألبانی]

اورحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چار رکعات پڑھیں، اوران میں سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اورسورۃ الأنعام کو پڑھا.

[ابو داود: ۸۷۴۔ وصححہ الألبانی]

اورحضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے بتایا کہ وہ ایک ہی رکعت میں پوری مفصل سورتوں کو پڑھتا ہے، تو انہوں نے کہا: تم اشعار کی طرح قرآن کو انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! میں ان ملتی جلتی سورتوں کو جانتا ہوں جن کو ملا کر نبی کریم ﷺ پڑھا کرتے تھے، پھر انہوں نے بیس سورتیں ذکر کیں. [البخاری: ۷۷۵، مسلم: ۸۲۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ان سورتوں میں سے دو دو سورتیں ملا کر

ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔ [البخاری:۴۹۹۶]

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قرآن مجید کو شعروں کی طرح انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! بے شک کئی لوگ ایسے ہیں جو قرآن مجید کو پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا، اور جب قرآن دل میں اتر جائے اور اس میں راسخ ہو جائے تو وہ اس کیلئے نفع بخش ہوتا ہے، اور نماز کا سب سے افضل حصہ رکوع وسجود والا حصہ ہے... [مسلم:۸۲۲]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی ایک ہی آیت کو پوری رات قیام کے دوران پڑھتے رہے۔ [الترمذی:۴۴۸۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں صبح ہونے تک ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے اور وہ ہے: ﴿ **إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** ﴾ [ابن ماجہ:۱۳۵۰۔ وحسنہ الألبانی]

اور یہ تمام احادیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہیں کہ رات کی نفل نماز میں اپنی جسمانی اور ایمانی طاقت کے مطابق اور جتنی اللہ تعالی بندے کو توفیق دے، اسے مختلف سورتوں کو پڑھنا چاہیئے۔

اور رہی یہ بات کہ قیام اللیل میں قراءت جہرا ہو یا سرا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز میں قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ جہرا پڑھتے یا سرا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عمل کیا کرتے تھے، کبھی جہرا اور کبھی سرا۔ [احمد:۶/۱۴۹، ابوداود:۱۴۳۷، الترمذی:۲۹۲۴، النسائی:۱۶۶۲، ابن ماجہ:۱۳۵۴۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے ابوبکر! آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں آپ کے پاس سے گذرا، اور آپ کی آواز پست تھی!''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا بس اسی کو سنا رہا تھا!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اِرْفَعْ قَلِيْلاً) ''اپنی آواز تھوڑی سی اونچی کر لیا کرو''

اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کے پاس سے گذرا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کی آواز اونچی تھی!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا!

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اِخْفِضْ قَلِيْلاً) ''اپنی آواز ذرا پست رکھا کرو''.

[ابوداؤد:۱۳۲۹، الترمذی:۴۴۷۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو رات کی نماز میں قراءت کرتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

(يَرْحَمُهُ اللّٰهُ ، لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا)

ترجمہ: ''اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے، اس نے مجھے کتنی آیات یاد کرادی ہیں جنہیں میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا''.

اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کی قراءت سنی تو

آپ نے فرمایا:(رَحِمَهُ اللّٰهُ ، لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا)

ترجمہ:'' اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے ، اس نے مجھے ایک آیت یاد کرادی ہے جو کہ میں بھول چکا تھا''.[البخاری:۵۰۳۷،مسلم:۷۸۸]

اور قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب حافظِ قرآن دن اور رات کی نماز میں اس کی قراءت کرے تو وہ اسے یاد رکھتا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا ، وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ)

ترجمہ:'' بے شک حافظِ قرآن کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے، اگر (اس کا مالک) اس کا خیال رکھے تو اسے اپنے قابو میں رکھتا ہے، اور اگر اسے چھوڑ دے تو وہ بھاگ جاتا ہے''.

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:(**وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ ، وَإِذَا لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ**)

ترجمہ:'' اور جب حافظِ قرآن قرآن مجید کو برابر دن رات پڑھتا رہے تو وہ اسے یاد رکھتا ہے، اور اگر وہ اس کے ساتھ قیام نہ کرے تو وہ اسے بھول جاتا ہے''.

[البخاری:۵۰۳۱،مسلم:۷۸۹]

⑨ قیام اللیل کبھی کبھی باجماعت پڑھنا جائز ہے

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باجماعت بھی پڑھا ہے اور اکیلے بھی، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر وبیشتر عادت یہ تھی کہ آپ نفل نماز اکیلے ہی پڑھتے تھے، اور جن صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم کا آپ کے ساتھ باجماعت قیام کرنا ثابت ہے ان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ اور ایک یتیم، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ) شامل ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر نفل نماز کم از کم ایک ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ باجماعت پڑھی، اوران کے بارے میں تمام احادیث اس رسالے میں پہلے گذر چکی ہیں، اسی طرح حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے نفل نماز پڑھائی. [البخاری:۱۱۸۶، مسلم:۳۳]۔

اوراسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اپنے کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نفل نماز باجماعت پڑھائی۔[المغنی:۲/۵٦۷]

تاہم اسے دائمی سنت بنانا درست نہیں ہے، کبھی کبھار نفل نماز باجماعت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سوائے نمازِ تراویح کے کہ جسے ہمیشہ باجماعت پڑھنا سنت ہے. [الاختیارات الفقہیہ لابن تیمیہ:۹۸]

⑩ نمازِ تہجد کا اختتام نمازِ وتر کے ساتھ کرے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا)

ترجمہ: ''تم رات کی آخری نماز وتر بناؤ'' ۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

(مَنْ صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَجْعَلْ آخِرَ صَلاتِہِ وِتْرًا (قَبْلَ الصُّبْحِ) فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَأْمُرُ بِذٰلِکَ)

یعنی ''جو شخص رات کو نفل نماز پڑھے وہ اس کے آخر میں (صبح ہونے سے پہلے) نمازِ وتر پڑھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس کا حکم دیا کرتے تھے''.

[البخاری:۹۹۸، مسلم:۷۵۱]

⑪ اپنی نینداور اپنے قیام دونوں پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کا طلبگار رہو

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ نے آپس میں اعمال صالحہ کا مذاکرہ کیا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ (ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ کا نام)! آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ہمیشہ دن رات پڑھتا رہتا ہوں، اور اے معاذ! آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں رات کے ابتدائی حصے میں سوتا ہوں، پھر بیدار ہوکر قرآن پڑھتا ہوں جتنا اللہ تعالی چاہتا ہے، اور یوں میں اپنی نیند پر بھی اللہ تعالی سے اجر کی امید رکھتا ہوں اور اپنے قیام پر بھی.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، اپنی سواری پر ہر حال میں اور دن اور رات میں ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں، اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں، اور یوں میں نیند اور قیام دونوں پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں. [البخاری:۴۳۴۱، مسلم:۱۷۳۳]

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آرام پر بھی اسی طرح ثواب کے طلبگار رہتے جیسا کہ تھکاوٹ پر طلبگار رہتے، کیونکہ اگر آرام اس نیت سے کیا جائے کہ تاکہ عبادت آسانی

سے کی جا سکے، تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے. [فتح الباری: ۶۲/۸]

اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا کہ اس حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتِ طیبہ کا ذکر ہے، اور یہ کہ وہ آپس میں عبادات کے متعلق مذاکرہ کرتے تھے، اور نیند اور قیام دونوں پر ثواب کے طلبگار رہتے تھے، لہذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کو منظم کرے، کچھ وقت قرآن کیلئے، اور کچھ وقت اپنے دیگر امور کیلئے، اور کچھ وقت اپنے گھر والوں کیلئے خاص کرے.... [یہ بات انہوں نے ریاض شہر کی مسجد (الجامع الکبیر) میں مورخہ ۲۲/ ۷/ ۱۴۱۶ بروز جمعرات کی صبح کو صحیح بخاری کی حدیث ۴۳۴۱ کی شرح کے دوران ذکر کی]

④ قیام اللیل میں کثرتِ رکوع وسجود کے ساتھ لمبا قیام کرنا افضل ہے، بشرطیکہ اپنی طاقت کے مطابق ہو اور اکتائے بغیر ہو، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَفْضَلُ الصَّلاَةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ)

'' بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو''. [مسلم: ۷۵۶]

اس حدیث میں (**الْقُنُوْت**) کا ذکر ہے اور اس کے کئی معانی ہیں، مثلا: اطاعت، خشوع وخضوع، دعا، نماز، عبادت، قیام، خاموشی، سکون وغیرہ. [النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر: ۴/ ۱۱۱، مشارق الأنوار: ۲/ ۱۸۶، اور حافظ ابن حجر نے ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے القنوت کے دس معانی ذکر کئے ہیں. فتح الباری: ۲/ ۴۹۱]

اور امام نوویؒ کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق تمام علماء کے نزدیک اس حدیث میں قنوت سے مراد قیام ہے. [شرح مسلم: ۶/ ۲۸۱]

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل
کونسا ہے، یا یہ سوال کیا کہ ایسا عمل بتائیں جو انہیں جنت میں داخل کردے، تو انہوں
نے بیان کیا کہ انہوں نے یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

(عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً)

ترجمہ: ''تم زیادہ سے زیادہ سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک سجدہ
کرو گے تو وہ اس کے بدلے میں تمہارا ایک درجہ بلند کردے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا
دے گا'' [مسلم:۴۸۸]

اور حضرت ربیعہ بن کعب الأسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے
پاس رات گذارتا تھا، ایک رات میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور آپ کی ضرورت کی
اشیاء لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سوال کرو'' میں نے کہا: میں آپ سے اس بات کا
سوال کرتا ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ داخل ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی
اور سوال؟ میں نے کہا: بس یہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)

''تم کثرتِ سجود کے ذریعے اپنے نفس پر میری مدد کرو'' [مسلم:۴۸۹]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ ، فَأَكْثِرُوْا الدُّعَاءَ)

ترجمہ: ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ
حالتِ سجدہ میں ہوتا ہے، لہذا تم سجدے میں دعا زیادہ کیا کرو'' [مسلم:۴۸۲]

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

(أَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ)

ترجمہ: ''تم رکوع میں رب تعالی کی عظمت بیان کیا کرو، اور سجدے میں دعا زیادہ سے زیادہ کیا کرو، کیونکہ عین قریب ہے کہ تمہاری دعا قبول کرلی جائے''. [مسلم:۴۷۹]

اورعلماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سجدے کم اور قیام لمبا کرنا افضل ہے یا سجدے زیادہ اور قیام مختصر کرنا افضل ہے؟ چنانچہ ان میں سے بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ لمبے قیام کی بہ نسبت رکوع وسجود زیادہ کرنا افضل ہے، اور یہ امام احمدؒ کے شاگردوں کا موقف ہے، اوران کی دلیل سجدے کی فضیلت میں وارد مذکورہ احادیث ہیں.

جبکہ کئی علماء کا کہنا ہے کہ دونوں برابر ہیں.

اور بعض اہل علم نے پہلی رائے کو اختیار کیا ہے، یعنی یہ کہ کثرتِ رکوع وسجود کی بہ نسبت لمبا قیام کرنا افضل ہے، اوران کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے جس میں بہترین نماز اس نماز کو قرار دیا گیا ہے جس میں لمبا قیام ہو.

[المغنی لابن قدامہ:۲/۵۶۴، فتاوی ابن تیمیہ:۲۳/۶۹، نیل الأوطار:۲/۲۷۰]

اورامام طبریؒ اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا ﴾ [الزمر:۹]

ترجمہ: ''کیا (یہ بہتر ہے) یا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے ہوئے گذارتا ہے''.

کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہاں (قانت) سے مراد نماز میں بحالتِ قیام قراءتِ قرآن کرنا ہے... جبکہ کئی علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد اطاعت ہے.

[جامع البیان: ۱/ ۲۶۷]

اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا﴾ [الزمر: ۹] یعنی حالتِ سجدہ اور حالتِ قیام میں، اور اسی آیت سے بعض اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ قنوت کا معنی صرف قیام ہی نہیں، بلکہ اس کا ایک معنی نماز میں خشوع وخضوع بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (قانت) بمعنی مطیع ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار. [تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۴۸]

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ رکوع وسجود اور قیام میں نماز لمبی کرنا اس سے بہتر ہے کہ مختصر رکوع وسجود اور قیام کے ساتھ زیادہ رکعات پڑھی جائیں. [فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳/ ۷۱ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جنسِ سجدہ بارہ وجوہات کی بناء پر جنسِ قیام سے افضل ہے]

اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا، انہوں نے فرمایا:

''اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا کم سجدے اور لمبا قیام افضل ہے، یا زیادہ سجدے اور مختصر قیام؟ چنانچہ ان میں سے بعض نے پہلی رائے اور بعض نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے، اور جہاں تک نبی کریم ﷺ کی نماز کا تعلق ہے تو آپ کی نماز معتدل تھی، اگر آپ لمبا قیام فرماتے تو رکوع وسجود بھی لمبا فرماتے، اور اگر آپ مختصر قیام فرماتے تو رکوع وسجود بھی مختصر فرماتے، اور یہی سب سے افضل ہے''.

اور انہوں نے ذکر کیا کہ ''سب سے افضل یہ ہے کہ مسلمان اپنی استطاعت کے

مطابق نمازِ تہجد پڑھے، تا کہ اس میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو، لہذا اگر اسے لمبا قیام کرنے میں راحت محسوس ہوتو وہ لمبا قیام کر لے، اور اگر اسے مختصر قیام کرنے میں راحت محسوس ہو، اور وہ یہ سمجھے کہ اس طرح اسے زیادہ خشوع حاصل ہوگا، اور اسے عبادت کی لذت محسوس ہوگی، تو وہ مختصر قیام کر لے، اور سجدے جس قدر زیادہ ہونگے اتنا ہی بہتر ہوگا، لہذا اگر مسلمان لمبا قیام اور زیادہ رکوع وسجود کرنے کی استطاعت رکھتا ہوتو اس کے حق میں یہی افضل ہے کہ وہ دونوں امور کو جمع کر لے، اور یہی معتدل نماز ہے کہ اگر وہ لمبا قیام کرے تو رکوع وسجود بھی لمبے کرے، اور اگر وہ مختصر قیام کرے تو رکوع وسجود بھی مختصر کرے.

[یہ بات انہوں نے منتقی الأخبار کی حدیث ۱۲۶۱ کی شرح کرتے ہوئے ذکر کی]

اور نبی کریم ﷺ عبادت میں انتہائی مشقت اٹھاتے تھے، اور انہیں اس کی لذت محسوس ہوتی تھی، اور آپ بعض اوقات اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی رکعت میں سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء اور سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث (۷۷۲) پہلے گذر چکی ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے چار رکعات میں سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اور سورۃ الأنعام کی قراءت فرمائی.

[ابوداود: ۸۷۳، النسائی: ۱۰۴۹۔ یہ حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے، اور آپ کا ایک سجدہ پچاس آیات کی قراءت کے برابر ہوتا.

[البخاری:۹۹۴]

اور آپ ﷺ نمازِ تہجد سے اکتانے کی بجائے اس سے راحت محسوس فرماتے تھے، اور نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِيْ الصَّلاَةِ)

ترجمہ: ''میرے دل میں عورتوں کی اور خوشبو کی محبت ڈال دی گئی ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے'' [احمد: ۳/ ۱۲۸، النسائی: ۳۹۴۰۔ وصححہ الألبانی]

اور سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: کاش میں نماز پڑھتا اور مجھے راحت محسوس ہوتی، تو لوگوں نے اسے گویا برا بھلا کہا، تو اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ نے فرمایا:

(يَا بِلاَلُ ! أَقِمِ الصَّلاَةَ ، أَرِحْنَا بِهَا) ''اے بلال! نماز کی اقامت کہو اور ہمیں اس کے ذریعے راحت پہنچاؤ''. [ابوداود: ۴۹۸۵، ۴۹۸۶۔ وصححہ الألبانی]

تاہم امت کیلئے نبی کریم ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ

(خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا)

یعنی ''تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ''. [البخاری: ۱۹۷۰، مسلم: ۷۸۲]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلاَّ غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ ، وَالْقَصْدَ

الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا)

ترجمہ: "دین (اسلام) یقیناً آسان ہے، اور جو شخص دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، لہذا تم (افراط وتفریط سے بچتے ہوئے) درمیانی راہ اختیار کرو، قریب رہو، اور خوش ہو جاؤ، اور صبح، شام اور کچھ رات کے حصے میں عبادت کر کے مدد طلب کرو، اور میانہ روی اور اعتدال سے کام لو، تم یقیناً منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤ گے ".

[البخاری: ۳۹، ۶۴۶۳، مسلم: ۲۸۱۶]

اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا، انہوں نے کہا: "اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے حق میں بہتر یہ ہے کہ ہم میانہ روی اختیار کریں اور ایسی طوالت سے بچیں جو ہمارے لئے مشقت کا باعث بنے تا کہ ہمارے اندر اکتاہٹ اور عبادت سے سستی پیدا نہ ہو، لہذا مومن کو نمازِ تہجد تو پڑھنی چاہیئے اور عبادت میں محنت بھی کرنی چاہیئے لیکن بغیر کسی مشقت کے، اور اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے تا کہ وہ عبادت سے اکتا نہ جائے".

[یہ بات انہوں نے منتقی الأخبار کی احادیث (۱۲۵۷-۱۲۶۲) کی شرح کرتے ہوئے ذکر کی]

۵ قیام اللیل کیلئے معاون اسباب

① فضائلِ قیام اللیل کی معرفت ، اور اللہ تعالی کے ہاں قیام کرنے والوں کے اونچے مقام ومرتبہ کی پہچان

جی ہاں! قیام اللیل کے عظیم فضائل ذہن نشین کیے جائیں اور یہ بات اپنے سامنے رکھی جائے کہ اللہ تعالی نے قیام کرنے والوں کیلئے دنیا وآخرت میں سعادتمندی رکھی ہے، اوراس نے ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، اوران کے ایمانِ کامل کی شہادت دی ہے، اور یہ کہ وہ اورقیام نہ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اور یہ کہ وہی صحیح معنوں میں اہلِ علم ہیں، اورقیام اللیل جنت کے بالا خانوں میں درجات کی بلندی اور جنت میں داخلے کا ایک اہم سبب ہے، اورقیام اللیل اللہ تعالی کے نیک بندوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اورمومن کا شرف اس میں ہے کہ وہ قیام اللیل کرے، اورصرف وہ بندۂ مومن قابلِ رشک ہے جو قیام کرتا ہو..... یہ تمام فضائل' جن کے دلائل گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں' اگر ہر وقت مدِ نظر رہیں تو مسلمان کے دل میں قیام اللیل کی رغبت پیدا ہوتی ہے اوروہ ان کے حصول کیلئے کوشاں رہتا ہے.

② شیطان کے مکر کو پہچاننا کہ وہ قیام اللیل سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ قیام اللیل بالکل نہ کرنے سے ہمیں ڈرایا گیا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سویا رہتا ہے، تو آپ نے فرمایا:

(ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ أُذُنِہٖ) أَوْ قَالَ (فِیْ أُذُنَیْہِ)

یعنی" وہ ایسا شخص ہے جس کے کان (یا کانوں) میں شیطان پیشاب کر کے چلا جاتا

ہے" [البخاری:۱۱۴۴، ۳۲۷۰، مسلم:۷۷۴]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ ، يَضْرِبُ عَلٰى مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ : عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ ، فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ کی جگہ پر مارتے ہوئے کہتا ہے: لمبی رات ہے، مزے سے سوئے رہو، پھر اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بد مزاج اور سست ہوتا ہے". [البخاری:۱۱۴۲، مسلم:۷۷۶]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: (يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)

ترجمہ: "اے عبد اللہ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ بنو کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل چھوڑ دیا". [البخاری:۱۱۵۲، مسلم:۱۱۵۹]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا جسے

انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا، اور انہوں نے وہ خواب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: (**نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ**) یعنی "عبداللہ اچھا آدمی ہے، اگر وہ رات کو نماز پڑھتا" اس کے بعد وہ رات کا کم حصہ سوتے تھے (اور زیادہ حصہ نمازِ تہجد میں گذارتے تھے). [البخاری: ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، مسلم: ۲۴۷۹]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(**إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ ، جَوَّاظٍ ، سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، جِيْفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ ، عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ**)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالی ہر ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جو انتہائی سخت مزاج، بہت زیادہ کھانے والا ہو، بازاروں میں چیخنے والا ہو، رات کو مردہ پڑا رہتا ہو اور دن کو گدھا بنا رہتا ہو، دنیاوی معاملات کو جاننے والا اور اخروی امور سے ناواقف ہو".

[ابن حبان ۔ الإحسان ۔: ۷۲ وصححہ الأرناؤط فی تحقیق ابن حبان: ۱/۲۷۴، والألبانی فی الصحیحۃ: ۱۹۵ وصحیح الترغیب والترهیب: ۶۴۵]

④ موت کو یاد کرنا اور کم امیدیں رکھنا، کیونکہ یہ چیز انسان کو عمل صالح پر مجبور کرتی ہے اور اس کی سستی ختم کر دیتی ہے.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: (**كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ**)

یعنی "دنیا میں ایک اجنبی یا مسافر کی طرح رہو"

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: (**إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ،**

وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ)

ترجمہ: ''جب تم شام کرلوتو صبح کا انتظار مت کرو، اور جب تم صبح کرلوتو شام کا انتظار مت کرو، اور اپنی صحت کے دوران اپنی بیماری کے دنوں کیلئے اور اپنی زندگی کے دوران اپنی موت کیلئے عمل کرلو'' [البخاری:٦٤١٦]

امام بخاریؒ نے کیا خوب کہا ہے:

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع فعسی أن یکون موتک بغتة

کم صحیح رأیت من غیر سقم ذھبت نفسه الصحیحة فلتة

ترجمہ: ''فراغت کے اوقات میں رکوع کی فضیلت کوغنیمت سمجھو، کیونکہ عین ممکن ہے کہ تمہاری موت اچانک آ جائے ، اور میں نے کتنے صحتمند دیکھے ہیں جن کی صحتمند جانیں اچانک رخصت ہوگئیں '' [ہدی الساری لابن حجر:٤٨١]

اور جب امام بخاریؒ کو امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی الحافظؒ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے کہا:

إن عشت تفجع بالأحبة کلھم وبقاء نفسک لا أبا لک أفجع

ترجمہ: ''اگر آپ زندہ رہتے تو تمام احباب کے صدمے آپ کو سہنے پڑتے ، اور تمہاری بقاء اللہ نہ کرے اور بھی صدمے کا باعث ہے''.

اور ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

صلاتک نور والعباد رقود ونومک ضد للصلاة عنید

وعمرک غنم إن عقلت ومھلة یسیر ویفنی دائبا ویبید

ترجمہ: ''تمہاری نماز نور ہے اور بندے سوئے ہوئے ہیں، اور تمہاری نیند نماز کی مخالف ہے، اور اگر تم سمجھو تو تمہاری عمر غنیمت اور تمہارے لئے مہلت ہے، اور وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے''.

[قیام اللیل۔محمد بن نصر:۴۲، التہجد وقیام اللیل۔ابن ابی الدنیا:۳۲۹]

اور بعض صلحاءِ امت کا کہنا ہے:

عجبت من جسم ومن صحة	ومن فتى نام إلى الفجر
فالموت لا تؤمن خطفاته	في ظلم الليل إذا يسري
من بين منقول إلى حفرة	يفترش الأعمال في القبر
وبين ماخوذ على غرة	بات طويل الكبر والفجر
عاجله الموت على غفلة	فمات محسورا إلى الحشر

ترجمہ: ''مجھے حیرت ہوتی ہے کسی نوجوان کے جسم پر، اور اس کی صحت پر جو کہ فجر تک سویا رہ جائے، کیونکہ رات جب شروع ہوتی ہے تو اس کے اندھیروں میں موت کے اچانک آجانے سے وہ محفوظ نہیں ہوتا، کتنے لوگوں کو قبر کے گڑھے کی طرف منتقل کردیا گیا جہاں وہ اپنے اعمال ہی کو بستر بناتے ہیں، اور کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی اچانک پکڑ کی گئی، اور وہ رات بھر تکبر اور فخر کی حالت میں رہتے تھے، موت نے انہیں غفلت کی حالت میں آلیا، اور وہ حشر تک حسرت وندامت کی حالت میں مرگئے'' [قیام اللیل۔محمد بن نصر:۹۲، التہجد وقیام اللیل۔ابن ابی الدنیا:۳۳]

④ انسان صحت اور فراغت کو غنیمت تصور کرے، تاکہ وہ صحت اور فراغت کے دنوں میں جو عمل کرے وہ اس کیلئے بیماری اور سفر کے دنوں میں بھی لکھا جائے، جیسا کہ حضرت

ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا**)[البخاری:۲۹۹۶]

ترجمہ: ''جب ایک بندہ بیمار ہو جائے یا سفر پر روانہ ہو جائے تو اس کیلئے اس کا عمل اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ اقامت اور صحتمندی کے دنوں میں کیا کرتا تھا''.

لہذا عقلمند کو چاہئے کہ وہ یہ عظیم فضیلت فوت نہ ہونے دے، اور صحت، فراغت اور اقامت کے دنوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرے، تا کہ جب وہ مشغول ہو جائے یا (بیماری کی بناء پر) عاجز آ جائے تو اس کیلئے وہ عبادت بدستور لکھی جاتی رہے، اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(**نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ : اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ**)

ترجمہ: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سارے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت''[البخاری:۶۴۱۲]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: (**اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ : شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ**)

ترجمہ: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولتمندی کو غربت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے''.[الحاکم:۴/۳۰۶۔وصححہ ووافقہ الذہبی، وابن المبارک فی الزہد من حدیث عمرو بن میمون مرسلا:۱/۱۰۴: برقم:۲، وصححہ الحافظ ابن حجر فی الفتح:۱۱/

۲۳۵، وصححہ الألبانی فی صحیح الجامع: ۱۰۸۸]

⑤ رات کو جلدی سونے کی کوشش کرے، تاکہ نیند پوری کرنے کے بعد اسے قوت اور نشاط حاصل ہو اور اسے اس کے ساتھ قیام اللیل اور نمازِ فجر کیلئے مدد مل سکے.

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد گفتگو کرنا ناپسند کرتے تھے. [البخاری: ۵۶۸، مسلم: ۶۴۷]

⑥ آدابِ نیند کا لحاظ کرنا، اور وہ یہ ہیں:

وہ باوضو ہو کر سوئے، اور اگر تحیۃ الوضو کی دو رکعات بھی پڑھ لے تو اور بہتر ہے، اس کے بعد سونے کے اذکار پڑھے، اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے آخری تین سورتیں پڑھے اور ان میں پھونک مار کر جہاں تک ہو سکے اپنے پورے جسم پر ہاتھوں کو پھیر لے، اپنے سر اور چہرے سے شروع کرے اور اپنے جسم کے سامنے والے حصے پر انہیں پھیر لے، اور یہ عمل تین مرتبہ کرے، پھر آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھے، اور نیند کے باقی اذکار مکمل کرے. [حصن المسلم للمؤلف: ۶۸ ـ ۷۸]

یہ اذکار اسے قیام اللیل کی خاطر بیدار ہونے کیلئے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، نیز اس کے علاوہ وہ اپنے قریب ٹائم پیس بھی رکھ لے، یا اپنے گھر والوں، یا رشتہ داروں، یا پڑوسیوں، یا اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو تاکید کر دے کہ وہ اسے جگا دیں.

⑦ قیام اللیل کیلئے معاون دیگر اسباب کو اختیار کرنا، مثلاً یہ کہ وہ کم کھائے، دن کے وقت اپنے آپ کو بے فائدہ کاموں میں مت تھکائے، اور اپنے اوقات کو نفع بخش کاموں کیلئے منظم کرے، اور دن کے وقت قیلولہ کرنا نہ چھوڑے کیونکہ قیلولہ قیام اللیل کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے، اور گناہوں سے اجتناب کرے، کیونکہ امام سفیان ثوریؒ

سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

''میں ایک گناہ کرنے کی بناء پر پانچ ماہ تک قیام اللیل سے محروم رہا''

لہذا گناہوں کی وجہ سے بندہ بہت ساری نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور قیام اللیل کے لئے سب سے بڑا معاون سبب یہ ہے کہ انسان کا دل مسلمانوں کے متعلق (بغض، کینہ اور حسد وغیرہ) سے، اور اس کا دامن بدعات سے پاک ہو، اور وہ دنیا کے فضول کاموں سے اعراض کرنے والا ہو، اور تمام اسباب میں سب سے بڑا سبب اللہ تعالی سے محبت اور اس پر مضبوط ایمان ہے، جو کہ اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر اپنے رب تعالی سے سرگوشی کرے جو کہ اس کے قریب ہوتا ہے اور اسے دیکھ رہا ہوتا ہے، اور یہی چیز اسے قیام اللیل کو لمبا کرنے پر بھی آمادہ کرتی ہے.

[مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ: ٦٧ـ٦٨]

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِيْ اللَّيْلِ لَسَاعَةً لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ)

ترجمہ: ''بے شک ہر رات کو ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں کوئی بندۂ مسلمان اللہ تعالی سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالی اسے وہ بھلائی ضرور عطا کرتا ہے''. [مسلم: ٧٥٧]

(۲) عمومی نفل نماز کی دوسری قسم دن اور رات کی عام نفل نماز ہے

مسلمان دن اور رات میں' ممنوعہ اوقات کو چھوڑ کر 'جب چاہے عام نفل نماز پڑھ سکتا ہے، اور اس کی نماز دو دو رکعات کی شکل میں ہوگی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(صَلاۃُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی.....)

یعنی ''دن اور رات کی نماز دو دو رکعات کی شکل میں ہے...''

[النسائی:۱۱۶۶، ابوداؤد:۱۲۹۵، ابن ماجہ:۱۳۲۲۔وصححہ الألبانی]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کے اس فرمان

﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴾[السجدہ:۱۶]

ترجمہ:''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں''.

کے متعلق کہتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے رہتے تھے.

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد قیام اللیل ہے.

[ابوداؤد:۱۳۲۱، الترمذی:۳۱۹۶۔وصححہ الألبانی]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کے اس فرمان

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ☆ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

[الذاریات:۱۷، ۱۸]

ترجمہ: ''رات کو کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے''.

کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے. [ابوداؤد:۱۳۲۲۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں برابر نماز پڑھتے رہتے تھے، یہاں تک کہ عشاء کی نماز ادا فرماتے.

[الترمذی:۶۰۴۔ وصححہ الألبانی]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی والدہ نے ان سے پوچھا: تم نبی کریم ﷺ سے کب ملے تھے؟

میں نے کہا: میں کافی عرصے سے انہیں نہیں مل سکا، یہ سن کر وہ ناراض ہوگئیں، تو میں نے کہا: مجھے اجازت دیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس جاتا ہوں، نمازِ مغرب ان کے ساتھ ادا کرونگا، پھر ان سے التجا کرونگا کہ وہ میرے لئے اور آپ کیلئے اللہ تعالی سے بخشش کی دعا فرمائیں، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، پھر آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ نمازِ عشاء کا وقت ہوگیا، آپ ﷺ نے نمازِ عشاء پڑھائی اور جلدی سے گھر کو جانے لگے، میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: یہ کون' حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا:

(مَا حَاجَتُکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ وَلِأُمِّکَ ؟)

''تمہیں کیا کام ہے، اللہ تعالی تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے''.

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ دیکھو، ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں

ہوا، اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھے سلام کرے، اور مجھے اس بات کی خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اہلِ جنت کی خواتین کی سردار، اور حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) اہلِ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہونگے".

[احمد: ۵/۴۰۴، الترمذی: ۳۷۸۱، النسائی فی الکبری: ۳۸۰، ابن خزیمہ ۱۱۹۴۔ وصححہ الألبانی واحمد شاکر]

چوتھی قسم: نماز نفل کی چوتھی قسم وہ نمازیں ہیں جو کسی سبب کی بناء پر مشروع کی گئیں ہیں.

(۱) تحیۃ المسجد

صحیح مذہب کے مطابق جب بھی کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کیلئے تحیۃ المسجد کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص جب بھی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے"

اور دوسری روایت میں فرمایا:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص جب بھی مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے". [البخاری: ۴۴۴، مسلم: ۷۱۴]

اورحضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر میرا کچھ قرض تھا، تو آپ نے مجھے وہ ادا فرمایا اور کچھ مال زیادہ بھی عنایت فرمایا، اور میں آپ کے پاس مسجد میں گیا تو آپ نے فرمایا:

(**صَلِّ رَكْعَتَيْنِ**) ''دو رکعتیں پڑھ لو'' [مسلم:۷۱۵]

اورحضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ :

(**دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : صَلَّيْتَ ؟ قَالَ: لاَ ، قَالَ : فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ**)

یعنی ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا، اس وقت نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو. [البخاری:۹۳۱، مسلم:۸۷۵]

وفی روایة لمسلم :

(جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ ، فَجَلَسَ ، فَقَالَ لَهُ : يَا سُلَيْكُ ! قُمْ ، فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا ، ثُمَّ قَالَ : إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ ،فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا)

یعنی حضرت سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز اس وقت آئے جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، وہ آکر بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سلیک! کھڑے ہو جاؤ، اور دو ہلکی پھلکی رکعات ادا کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو

تو وہ دو رکعت نماز ادا کرے، اور انہیں ہلکا پھلکا پڑھے'' [مسلم: ۸۷۵]

اور تحیۃ المسجد کا حکم دینا حقیقت میں وجوب کا فائدہ دیتا ہے، اور اس کی ادائیگی سے قبل مسجد میں بیٹھنے سے منع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو چھوڑنا حرام ہے، اور اہلِ علم کے مابین اس کے واجب ہونے یا سنت ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ تحیۃ المسجد سنت مؤکدہ ہے، اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، امام نوویؒ کہتے ہیں:

''اس حدیث میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے کا استحباب ہے، اور اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ تحیۃ المسجد ہر وقت مستحب ہے'' [شرح مسلم للنووی: ۵/۲۳۳، نیز دیکھئے: نیل الأوطار للشوکانی: ۲/۲۶۰]

(۲) سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعتیں پڑھنا

مسلمان کو چاہئیے کہ وہ سفر سے واپسی پر اپنے گھر جانے سے قبل مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا، پھر جب آپ مدینہ منورہ کو واپس لوٹے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسجد جاؤں اور دو رکعات نماز پڑھوں. [البخاری: ۳۰۸۹، مسلم: ۷۱۵]

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے چاشت کے وقت ہی واپس لوٹتے تھے، اور سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر اسی میں بیٹھے رہتے (اور لوگوں کے حالات معلوم کرتے).

[البخاری: ۳۰۸۸، مسلم: ۷۱۶]

امام نوویؒ کہتے ہیں:

''ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سفر سے لوٹ کر واپس آنے والے شخص کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے مسجد میں دو رکعتیں ادا کرے، اور یہ نماز سفر سے واپسی کی نماز ہے نہ کہ تحیۃ المسجد، اور مذکورہ احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اوران میں یہ بھی ہے کہ چاشت کے وقت اپنے گھر میں پہنچنا مستحب ہے، اور یہ بھی ہے کہ مرتبہ کے لحاظ سے بڑے آدمی کو' جسے سفر سے واپسی پر عموماً لوگ سلام کرنے کیلئے آتے ہیں' اسے چاہئیے کہ وہ واپس آکر اپنے گھر کے قریب کسی ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں لوگ بآسانی اس سے ملاقات کرسکیں، چاہے وہ مسجد ہو یا کوئی اور جگہ''.

[شرح مسلم للنووی: ۵/ ۲۳۶، فتح الباری: ۱/ ۵۳۷]

(۳) وضو کے بعد نماز

دن اور رات میں کسی وقت جب کوئی مسلمان وضو کرے تو اس کے بعد نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نمازِ فجر کے وقت فرمایا:

(يَا بِلاَلُ ! حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْإِسْلَامِ ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ''اے بلال! مجھے تم اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا وہ عمل بتلاؤ جس پر تمہیں (اللہ تعالی کی رضا یا جنت کے حصول کی) سب سے زیادہ امید ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ایسا کوئی عمل کیا تو نہیں، البتہ ایک عمل ایسا ہے کہ جس پر مجھے بہت زیادہ امید ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی وضو کرتا ہوں تو اس کے بعد نماز ضرور

پڑھتا ہوں، جتنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے لکھی ہوتی ہے۔

[البخاری:۱۱۴۹، مسلم:۲۴۵۸]

امام نوویؒ کہتے ہیں:

''اس حدیث میں وضو کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، اور یہ نماز سنت ہے، اور یہ نماز کے ممنوعہ اوقات میں (طلوع، زوال اور غروبِ آفتاب کے وقت، نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد) بھی جائز ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے''۔

[شرح مسلم للنووی:۱۵/ ۲۴۶، فتح الباری:۳/ ۳۵]

اور میں نے امام عبد العزیز بن بازؒ سے صحیح بخاری کی حدیث مذکور کی شرح کے دوران سنا تھا، انہوں نے کہا:

''یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سنتِ وضو دن اور رات کے دوران ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے''۔

اور اس عظیم سنت کی مزید تاکید حدیثِ عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں یہ ہے کہ انہوں نے مکمل وضو کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور آپ نے وضو کے بعد فرمایا تھا: (**مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ، ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ، لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَهُ ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ**)

ترجمہ: ''جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر اس نے دو رکعات اس طرح ادا کیں کہ ان میں دنیاوی خیالات پیدا نہیں ہونے دیئے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دے گا''۔ [البخاری:۱۶۴، مسلم:۲۲۶]

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَ هُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)

ترجمہ: ''جومسلمان اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑا ہو جائے اور مکمل توجہ کے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھے، تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے'' [مسلم:۲۳۴]

اور سنتِ وضو کو ہر وقت ادا کرنے کی مزید تاکید حدیثِ بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: **(يَا بِلَالُ ! بِمَا سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي ، دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي....)**

یعنی ''اے بلال ! تم کس عمل کے ساتھ جنت میں مجھ سے سبقت لے گئے ؟ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آواز ضرور سنی، اور آج رات بھی اسی طرح ہوا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آواز سنی...''

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میں نے جب بھی اذان کہی، اس کے بعد دو رکعات ضرور ادا کیں، اور جب بھی میرا وضو ٹوٹا میں نے دوبارہ وضو ضرور کیا، اور میں نے یہ ذہن بنا لیا کہ (وضو کے بعد) دو رکعتیں پڑھنا اللہ تعالی کا مجھ پر حق ہے (جو کہ مجھے ہر حال میں ادا کرنا ہے).

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو انہی دو رکعتوں کے ساتھ ہی تم مجھ سے سبقت لے گئے''. [احمد:۵/۳۶۰، الترمذی:۳۶۸۹۔ وصححہ الألبانی]

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: ''یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بھی وضو ٹوٹتا، وہ ہر مرتبہ فوراً وضو کر لیتے، اور وضو کے بعد نماز پڑھتے''.

[فتح الباری:۳/۳۵]

اور یہی شیخ الاسلام کا مذہب ہے کہ سنتِ وضو ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے، اگرچہ ممنوعہ اوقات میں سے کوئی وقت کیوں نہ ہو. [الاختیارات الفقہیۃ لابن تیمیہ:۱۰۱]

(۴) نمازِ استخارہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام امور میں استخارے کی تعلیم اتنے اہتمام کے ساتھ دیتے تھے جیسا کہ ہمیں قرآن مجید کی ایک سورت کی تعلیم دے رہے ہوں، آپ فرماتے تھے:

ترجمہ: ''تم میں سے کسی شخص کو جب کسی معاملے میں پریشانی ہو تو وہ دو رکعتیں نماز نفل پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ (أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ) فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ (أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِيْ وَ آجِلِهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر کا طلبگار ہوں، اور تیری

قدرت کے ساتھ قدرت طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے تیرے عظیم فضل کا سائل ہوں، کیونکہ تو ہی قدرت رکھتا ہے، میں تو قدرت نہیں رکھتا، اور تو ہی جانتا ہے، میں تو نہیں جانتا، اور غیبوں کا جاننے والا بھی تو ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جس کام کیلئے استخارہ کررہا ہو اس کا ذکر کرے) میرے لئے میرے دین، میری معیشت اور میرے انجامِ کار میں بہتر ہے تو اس کو میرے مقدر میں کردے اور اسے میرے لئے آسان بنادے، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جس کام کیلئے استخارہ کررہا ہو اس کا ذکر کرے) میرے لئے میرے دین، میری معیشت اور میرے انجامِ کار میں برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کردے اور مجھے اس سے دور کردے، اور میرے لئے خیر کو مقدر کردے جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھے اس پر راضی کردے"۔ [البخاری: ۱۱۶۲، ۶۳۸۲، ۷۳۹۰]

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ اگر کسی امر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو نمازِ استخارہ ممنوع وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہے. [الاختیارات الفقہیہ لابن تیمیہ: ۱۰۱، مجموع الفتاوی: ۲۳/ ۲۱۵، فتح الباری: لابن حجر: ۱۱/ ۱۸۳]

(۵) صلاۃ التوبہ

صلاۃ التوبہ کا پڑھنا سنت ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ، فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ)

ترجمہ: "جو بندہ کوئی گناہ کرے، پھر اچھی طرح سے وضو کرے، اور پھر کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھے، اور بعد ازاں وہ اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرے تو اللہ

تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلاَّ اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں اللہ یاد آجاتا ہے، اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اور کون ہے اللہ کے سوا جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ عمداً اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے''۔

[ابوداؤد:۱۵۲۱، الترمذی:۴۰۶۔ وصححہ الألبانی]

اور شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ صلاۃ التوبہ ممنوع وقت میں بھی پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ توبہ فوری طور پر کرنا واجب ہے۔

[فتاوی شیخ الإسلام:۲۳/۲۱۵]

(۶) سجودِ تلاوت

❶ سجدۂ تلاوت کی فضیلت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ ، فَسَجَدَ ، اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ ، يَقُوْلُ : يَا وَيْلَهُ [وفي رواية : يا وَيْلِيْ] أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ)

ترجمہ: ''جب کوئی ابن آدم آیتِ سجدہ کی قراءت کرتا ہے، پھر سجدہ ریز ہو جاتا ہے، تو شیطان علیحدہ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے، اور وہ کہتا ہے: ہائے اس کی مصیبت! [اور ایک روایت میں ہے: ہائے میری مصیبت!] ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ سجدہ ریز ہو گیا، چنانچہ اس کیلئے جنت ہے، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار

کردیا، چنانچہ میرے لئے جہنم ہے''. [مسلم:۸۱]

اس حدیث میں سجودِ تلاوت کی ترغیب دی گئی ہے.

❷ سجدۂ تلاوت پڑھنے والے اور سننے والے کیلئے صحیح مذہب کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی، تو آپ نے بھی سجدہ کیا اور جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی سب کے سب سجدے میں پڑ گئے، سوائے ایک بوڑھے شخص کے جس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسے اپنی پیشانی کے قریب کر کے اسی پر سجدہ کرلیا، اور اس نے کہا: مجھے بس یہی کافی ہے، پھر کچھ عرصہ بعد میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ اسے کفر کی حالت میں قتل کردیا گیا، اور وہ امیہ بن خلف تھا.

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں آیتِ سجدہ تھی، وہ سورۃ النجم ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا اور جو لوگ آپ کے پیچھے تھے وہ بھی سجدے میں پڑ گئے.. [البخاری: ۱۰۶۷، ۱۰۷۰، ۳۸۵۳، ۳۹۷۲، ۴۸۶۳، مسلم: ۵۷۶]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا، اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور (کچھ دیگر) انسانوں نے بھی سجدہ کیا. [البخاری: ۱۰۷۱، ۴۸۶۲]

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم پر وہ سورت تلاوت فرماتے تھے جس میں سجدہ ہوتا، تو آپ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، اور ہمارا اس طرح ازدحام ہوتا کہ ہم میں سے کئی لوگوں کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جہاں وہ سجدہ کرسکتے.

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن پڑھتے تھے، اور جب کوئی ایسی سورت پڑھتے کہ جس میں سجدہ ہوتا، تو آپ ﷺ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے.... [البخاری: ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۹، مسلم: ۵۷۵]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سورۃ الانشقاق اور سورۃ العلق میں سجدۂ تلاوت کیا. [مسلم: ۵۷۸]

اور یہ تمام احادیث سجودِ تلاوت کی اہمیت و مشروعیت اور نبی کریم ﷺ کے اہتمام پر دلالت کرتی ہیں، تاہم کچھ ایسے دلائل بھی موجود ہیں جن سے ان کا واجب نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے روز منبر پر سورۃ النحل کی تلاوت کی، یہاں تک کہ جب آیتِ سجدہ آئی تو آپ منبر سے نیچے اترے اور سجدہ کیا، اور اسی طرح لوگ بھی سجدے میں پڑ گئے، پھر جب اگلا جمعہ آیا تو انہوں نے پھر وہی سورت پڑھی، اور جب آیتِ سجدہ کی قراءت کی تو آپ نے فرمایا: (**یا أیها الناس! إنما نمرُّ بالسجود، فمن سجد فقد أصاب، ومن لم یسجد فلا إثم علیه**)

ترجمہ: ''اے لوگو! ہم آیاتِ سجود سے گذرتے ہیں، لہذا جس نے سجدہ کرلیا اس نے ٹھیک کیا، اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں''.

اس کے بعد انہوں نے سجدہ نہ کیا، اور ایک روایت میں ہے:

(إنَّ اللهَ لَمْ یَفرِضْ عَلَینَا السُّجُودَ إلَّا أنْ نَشَاءَ)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی نے ہم پر سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا، ہاں اگر ہم اپنی مرضی سے کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں''. [البخاری: ۱۰۷۷]

اور سجودِ تلاوت کے سنتِ مؤکدہ ہونے اور واجب نہ ہونے کی سب سے واضح دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر سورۃ النجم کو پڑھا، تو انہوں نے اس میں سجدہ نہ کیا.

[البخاری:۱۰۷۲، ۱۰۷۳، مسلم:۵۷۷]

اور امام نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ اور ابن قدامہؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ حدیثِ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سجدۂ تلاوت نہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اور یہ کہ سجدۂ تلاوت سنت مؤکدہ ہے نہ کہ واجب، کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیتے. [شرح مسلم للنووی: ۸۱/۵، المغنی لابن قدامہ: ۳۶۵/۲، فتح الباری لابن حجر: ۵۵۵/۲]

اور حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: ''سجدۂ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی سب سے قوی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے. [فتح الباری: ۵۵۸/۲]

لیکن امام ابن بازؒ ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اس سے زیادہ قوی، اور سجدۂ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی سب سے واضح دلیل حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کیونکہ اس میں یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ پر سورۃ النجم کو پڑھا اور اس میں سجدہ نہ کیا، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے انہیں اس کا حکم دیا، اور اگر وہ واجب ہوتا تو آپ ﷺ انہیں اس کا حکم ضرور دیتے''. [حاشیۃ فتح الباری لابن باز: ۵۵۸/۲]

۳ اگر قاریٔ قرآن سجدۂ تلاوت کرے تو سننے والا بھی کرے، اور اگر وہ نہ کرے تو سننے والا بھی نہ کرے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سابقہ سطور میں گذر چکی ہے.

اور ایک نو جوان تمیم بن حذلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو انہوں نے اس سے کہا: تم سجدہ کرو، اور اس میں تم ہمارے امام ہو. [البخاری معلقا: کتاب سجود القرآن باب من سجد لسجود القاریء۔ قال الحافظ: وصلہ سعید بن منصور]

لہذا وہ سننے والا جو قاریٔ قرآن کی تلاوت کو بغور سن رہا ہو، اور وہ اسے سنتے ہوئے اس کی متابعت بھی کر رہا ہو، تو اگر قاریٔ قرآن سجدہ کرے تو وہ بھی کرے، اور اگر وہ نہ کرے تو وہ بھی نہ کرے. [فتح الباری: ۲/ ۵۵۸، المغنی لابن قدامہ: ۲/ ۳۶۶، الشرح الممتع لابن عثیمین: ۴/ ۱۳۱]

اور رہا وہ سامع جو سماعِ قرآن کا قصد نہیں کرتا بلکہ کہیں سے گذرتے ہوئے اس نے قراءت سن لی، اور قاری نے سجدہ کیا، تو سامع پر لازم نہیں کہ وہ بھی سجدہ کرے، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ اسے اس پر واجب نہیں سمجھتے تھے. [البخاری معلقا: کتاب سجود القرآن باب من رأی أن اللہ عز وجل لم یوجب السجود۔ قال الحافظ: وصلہ ابن ابی شیبہ]

اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں سے گذر ہوا جو کہ بیٹھے قرآن مجید پڑھ رہے تھے، اور جب انہوں نے آیتِ سجدہ کو پڑھا تو سجدے میں پڑ گئے، تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی کہا گیا تو انہوں نے کہا: (**مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا**) ''ہم اس کام کیلئے نہیں نکلے تھے'' [البخاری معلقا: وقال الحافظ: وصلہ عبدالرزاق، وقال: إسنادہ صحیح]

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: (**إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا**)

''سجدۂ تلاوت اس پر ہے جو آیتِ سجدہ کو بغور سنے''. [المرجع السابق]

اور قصداً آیتِ سجدہ کو سننے والے شخص کے متعلق ابن بطال کا کہنا ہے کہ علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اگر قاری سجدہ کرے تو قصداً سننے والے پر واجب ہے کہ وہ بھی سجدہ کرے. [فتح الباری:۲/۵۵۶، نیل الأوطار:۲/۳۰۹]

اور یاد رہے کہ سامع اور مستمع کے درمیان مذکورہ فرق درج بالا دلائل کی بناء پر کیا گیا ہے. [شرح مسلم للنووی:۵/۷۸]

❹ سجودِ قرآن کی تعداد اور ان کے مقامات

قرآن مجید میں سجودِ تلاوت کی تعداد پندرہ ہے اور ان کے مقامات درج ذیل ہیں:

① سورۃ الأعراف کے آخر میں ﴿ وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ ﴾ پر.

② سورۃ الرعد میں ﴿وَظِلالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾ پر. [الرعد:۱۵]

③ سورۃ النحل میں ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ پر .[النحل:۵۰]

④ سورۃ الإسراء میں ﴿ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾ پر.[الإسراء:۱۰۹]

⑤ سورۃ مریم میں ﴿خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ پر.[مریم:۵۸]

⑥ سورۃ الحج میں ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ پر.[الحج:۱۸]

⑦ سورۃ الحج میں ﴿وَافْعَلُوْا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ پر.[الحج:۷۷]

سورۃ الحج کے دو سجدوں کے بارے میں خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ (**فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ بِسَجْدَتَيْنِ**)

یعنی ''سورۃ الحج کو دیگر سورتوں پر اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں''. [بلوغ المرام:۳۶۶، وعزاہ إلی أبی داؤد فی المراسیل۔ اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا کہ: **لا بأس بإسنادہ**].

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:
کیا سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

(نَعَمْ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأْهُمَا)

ترجمہ: ''ہاں، اور جو شخص اس میں دو سجدے نہ کرے تو وہ اسے سرے سے پڑھے ہی نہیں''. [الترمذی: ۵۷۸: وحسنہ الألبانی، ابوداؤد: ۱۴۰۲، وضعفہ الحافظ فی بلوغ المرام. اور میں نے امام ابن بازؒ سے سنا تھا کہ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس لئے یہ حسن درجے کی حدیث ہے]

⑧ سورۃ الفرقان میں ﴿ **وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا** ﴾ پر. [الفرقان: ۶۰]

⑨ سورۃ النمل میں ﴿ **رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ** ﴾ پر. [النمل: ۲۶]

⑩ سورۃ الم السجدہ میں ﴿ **وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ** ﴾ پر. [الم السجدة: ۱۵]

⑪ سورۃ ص میں ﴿ **وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ** ﴾ پر. [ص: ۲۴]

یہ سجدہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ((ص)) کا سجدہ واجبات میں سے نہیں، تاہم میں نے نبی کریم ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا. [البخاری: ۱۰۶۱، ۳۴۲۲]

⑫ سورۃ فصلت میں جمہور علماء کے نزدیک ﴿ **وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ** ﴾ پر سجدہ ہے۔ [فصلت: ۳۷]۔

اور امام مالکؒ اور کچھ دیگر سلف صالحین رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ سورۃ ((فصلت)) کا سجدہ ﴿ **إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ** ﴾ پر ہے۔ [فصلت: ۳۸] .

⑬ سورۃ النجم کے آخر میں ﴿ **فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا** ﴾ پر.

⑭ سورۃ الانشقاق میں ﴿ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴾ پر.
[الانشقاق:۲۱]

⑮ سورۃ العلق کے آخر میں ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ پر.

❺ جہری نماز میں سجدۂ تلاوت ثابت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی تو انہوں نے اس میں سورۃ الانشقاق کی قراءت کی، اور سجدۂ تلاوت کیا، اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس میں سجدہ کیا تھا، اس لئے اب میں اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میری آپ سے ملاقات ہو جائے. [البخاری:۷۶۶،۷۶۸، مسلم:۵۷۸]

❻ سجدۂ تلاوت کی کیفیت

جو شخص آیتِ سجدہ کو پڑھے، یا اسے بغور سنے تو اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہے، اور سجدے کی حالت میں چلا جائے، اور دعائے سجدۂ تلاوت پڑھے، پھر سجدے سے تکبیر کہے بغیر، اور اسی طرح تشہد اور سلام کے بغیر اٹھ جائے.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے تھے، اور جب سجدے سے گذرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ ریز ہو جاتے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدے میں چلے جاتے.

[ابو داؤد: ۱۴۱۳۔ ضعفہ الحافظ ابن حجر فی بلوغ المرام، والألبانی فی إرواء الغلیل: ۴۷۲، وأخرجہ الحاکم: ۱/۲۲۲ عن عبید اللہ وصححہ ووافقہ الذہبی، اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۳۶۹ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی

حدیث کو حاکم کی روایت سے تقویت ملتی ہے، لہذا وہ سجدۂ تلاوت کیلئے صرف جاتے ہوئے تکبیر کہے، تاہم اگر وہ نماز میں ہو تو سجدے میں جاتے ہوئے اور اسی طرح اس سے اٹھتے ہوئے بھی تکبیر کہے۔ نیز دیکھئے: نیل الأوطار: ۲/ ۳۱۱، سبل السلام: ۲/ ۳۸۶]

اور اہلِ علم کے مابین اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا سجودِ تلاوت کیلئے بھی وہی شروط ہیں جو نمازِ نفل کیلئے ہیں، یعنی نجاست سے پاک ہونا، باوضو ہونا، ستر کو ڈھانپنا اور استقبالِ قبلہ ...؟ تو امام نوویؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ شروط سجودِ تلاوت کیلئے بھی ہیں، جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے نزدیک یہ شروط سجودِ تلاوت کیلئے نہیں ہیں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان شروط کا لحاظ کئے بغیر سجدۂ تلاوت کرلیا کرتے تھے.

[البخاری: کتاب سجود القرآن باب سجود المشرکین مع المسلمین].

تاہم ان کا موقف یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت شروطِ نماز کے ساتھ کرنا افضل ہے، اور کسی عذر کے بغیر ان شروط میں سے کسی ایک کو چھوڑنا نہیں چاہیئے .

[شرح صحیح مسلم: ۵/ ۸۲، فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۳/ ۱۶۵]

اور اسی طرح ابن القیم الجوزیہؒ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ سجودِ تلاوت میں نماز کی شروط کا پایا جانا ضروری نہیں. [تہذیب السنن: ۱/ ۵۳]

اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۳۶۹ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ سجودِ تلاوت کیلئے طہارت شرط نہیں ہے، کیونکہ طہارت تو قراءت کیلئے شرط نہیں، تو قراءت کی بناء پر کئے جانے والے سجدۂ تلاوت کیلئے کیسے شرط ہوگی؟ اور یہ موقف جمہور علماء کے موقف کے خلاف ہے، تاہم ہر مسئلے میں ان کی موافقت لازم نہیں ہے جب تک کہ دلیل موجود نہ ہو.

اس مسئلے میں مزید وضاحت کیلئے دیکھئے: [المغنی لابن قدامہ: ۲/۳۵۸، نیل الأوطار: ۲/۳۱۳۔اس میں امام الشوکانی کا کہنا ہے کہ سجدۂ تلاوت کیلئے ستر کوڈھانپنا اور استقبالِ قبلہ کرنا بالاتفاق معتبر ہے۔ فتح الباری: ۲/۵۵۳، سبل السلام: ۲/۳۷۹، الشرح الممتع: ۴/۱۲۶، فتاوی ابن باز: ۱۱/۴۰۶]

اور اگر سجدۂ تلاوت نماز میں ہو تو سجدے میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نماز کے دوران نیچے جاتے ہوئے اور اوپر اٹھتے ہوئے ہر مرتبہ تکبیر کہتے تھے. اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (**صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ**) یعنی '' تم نماز اسی طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''.
[البخاری: ۵۹۵]

[اور اسی بات کو امام ابن بازؒ نے بھی ترجیح دی ہے. مجموع فتاوی ومقالات متنوعة: ۱۱/۴۰۶، نیز دیکھئے: الختارات الجلیة من المسائل الفقهية للسعدی: ۴۹]

اور جب آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں ہو اور وہ نماز میں اسی کو پڑھ رہا ہو تو اسے اختیار ہے، چاہے تو رکوع میں چلا جائے، اور چاہے تو سجدۂ تلاوت کرلے، پھر کھڑا ہو کر مزید کچھ قراءت کرلے اور رکوع میں چلا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ کھڑا ہو کر بغیر کچھ پڑھے رکوع میں چلا جائے. [المغنی لابن قدامہ: ۲/۳۶۹]

● سجدۂ تلاوت کی دعا

سجدۂ تلاوت میں بھی وہی دعا پڑھے جو سجدۂ نماز میں پڑھی جاتی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت سجودِ قرآن میں یہ دعا بار بار پڑھتے تھے:

(سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ [وَصَوَّرَهُ] وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ ، بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ [فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ])

(احمد : ۶/ ۲۱۷ ، ابو داؤد : ۱۴۱۴ ، الترمذی : ۵۸۰ ، النسائی :۱۱۲۹، سنن البیہقی : ۲/ ۳۲۵، الحاکم :۱/ ۲۲۰۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے گذشتہ رات ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کی جڑ کی طرف نماز پڑھ رہا ہوں، اور میں نے آیتِ سجدہ کو پڑھا اور سجدے میں چلا گیا، تب اس درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا، اور میں نے اس سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے:

(اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا ، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا ، وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا ، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے آیتِ سجدہ کو پڑھا، پھر سجدے میں چلے گئے، اور میں نے سنا کہ آپ وہی دعا پڑھ رہے تھے جو اس شخص نے درخت کی طرف سے سنائی تھی.

[الترمذی:۵۷۹، ابن ماجہ:۱۰۵۳۔ حسنہ الألبانی]

اور سجودِ تلاوت میں بھی وہی چیز مشروع ہے جو سجودِ نماز میں مشروع ہے.

[مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ لابن باز :۱۱/ ۴۰۷، الشرح الممتع :۴/۱۴۴]

اور صحیح بات یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت ممنوع اوقات میں بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایک سببی عبادت ہے.

[شرح مسلم للنووی:۵/۸۲، نیل الأوطار:۲/۳۱۳، مجموع فتاوی ابن باز:۱۱/۲۹۱]

(۷) سجدۂ شکر

کسی مسلمان کو جب کوئی نعمت نصیب ہو، یا اس سے کوئی آفت ٹل جائے حالانکہ اس کا سبب موجود تھا، یا اسے کسی مصیبت سے نجات مل جائے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالی کیلئے سجدۂ شکر بجالائے.

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوش کن خبر ملتی یا کوئی ایسا معاملہ ہوتا جس سے آپ کو خوشی نصیب ہوتی تو آپ اللہ تعالی کا شکرادا کرنے کیلئے سجدے میں چلے جاتے

[احمد:۵/۴۵، ابوداؤد:۲۷۷۴، الترمذی:۱۵۷۸، ابن ماجہ:۱۳۹۴۔ وصححہ الألبانی]

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا، اور فرمایا:

(إِنَّ جِبْرِيْلَ عليه السلام أَتَانِيْ فَبَشَّرَنِيْ فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شُكْرًا)

ترجمہ: ''بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: جس شخص نے آپ پر درود پڑھا، میں اس پر رحمت بھیجوں گا، اور جس شخص نے آپ پر سلام کہا میں اس پر سلام کہوں گا، چنانچہ میں نے شکر بجالانے کی خاطر اللہ تعالی کیلئے سجدہ کیا''. [احمد:۱/۱۹۱، وحسنہ الألبانی فی تحقیق المشکاۃ:۹۳۷]

اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا.....تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ یمن کے اسلام کے متعلق
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھا تو اس پر اللہ تعالی کا شکر
ادا کرنے کیلئے سجدے میں گر گئے.

[السنن الکبری للبیہقی: ۲/ ۳۶۹۔وصححہ البیہقی۔ وأصلہ فی صحیح البخاری]

اور جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری دینے والے کی آواز سنی ک
اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے، تو وہ بھی سجدے میں گر گئے.

[البخاری: ۴۴۱۸، مسلم: ۲۷۶۹]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت سجدۂ شکر کیا جب انہوں نے خوار
کے مقتولین میں اس شخص کو دیکھا جس کے قتل کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی

[احمد: ۱/ ۱۰۷، وحسنہ الألبانی فی الإرواء: ۴۷۶]

اور صحیح بات یہ ہے کہ سجدۂ شکر' سجدۂ تلاوت کی طرح ہے، لہذا اس کیلئے بھی وہ شرو
نہیں ہیں جو نماز کی ہیں، اور احادیث سے یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ سجدۂ شکر کیلئے تکبیر کہ
جائے گی. [اور میں نے امام ابن بازؒ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۳۷۲ کی شرح کے
دوران سنا تھا کہ سجدۂ شکر تکبیر کہے بغیر ہوگا. نیز دیکھئے: نیل الأوطار: ۲/ ۳۱۵، سبل السلا
: ۲/ ۳۸۹، المغنی لابن قدامہ: ۲/ ۳۷۲]

نمازِ نفل کے ممنوعہ اوقات

❶ ممنوعہ اوقات

عمومی نفل نماز کے ممنوعہ اوقات بالتفصیل پانچ اور بالاختصار تین ہیں:

① نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک

② طلوعِ آفتاب سے اس کے ایک نیزے کے برابر بلند ہونے تک

③ عین زوالِ شمس کے وقت

④ نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک

⑤ عین غروبِ آفتاب کے وقت

اور اگر ان اوقات کو مختصر کیا جائے تو یہ تین بنتے ہیں:

① نمازِ فجر کے بعد سے سورج کے بقدر ایک نیزہ بلند ہونے تک

② جب سورج عین آسمان کے وسط تک پہنچ جائے یہاں تک کہ اس کا زوال ہو جائے.

③ اور نمازِ عصر کے بعد سے سورج کے مکمل غروب ہونے تک.

اور ان اوقاتِ ممنوعہ کے متعدد دلائل موجود ہیں، چنانچہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لاَ صَلاَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ ، وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: ’’فجر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، اور عصر کے

بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ سورج غائب ہو جائے“

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

(... لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَتَيْنِ : بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: ”دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں، عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے“.

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

(... لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: ”نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور نمازِ فجر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے“.

[البخاری:۵۸۶،۱۸۶۴، مسلم:۸۲۷]

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس بات کی دلیل ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(...صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ

حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ ، وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ)[مسلم:۸۳۲]

ترجمہ:''تم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنا بند کردو یہاں تک کہ سورج طلوع ہوکر بلند ہو جائے ، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ، یہاں تک کہ جب (سورج آسمان کے عین وسط تک پہنچ جائے اور) تیر کا سایہ بالکل سیدھا کھڑا ہو (نہ دائیں ہو اور نہ بائیں)، تو اس وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ عین اسی وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ آ جائے تو نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو، پھر نماز پڑھنا بند کردو یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے ، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ''.

اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور فوت شدگان کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے، جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے ، اور جب دوپہر کے وقت (مشرق ومغرب کی طرف) کسی چیز کا سایہ نہ رہے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، اور جب سورج غروب ہو رہا ہو یہاں تک کہ مکمل طور پر غروب ہو جائے[مسلم:۸۳۱]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلَاةَ حَتّٰی تَبْرُزَ ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلَاةَ حَتّٰی تَغِیْبَ)

ترجمہ: ''جب سورج تھوڑا سا ظاہر ہو جائے تو نماز مؤخر کردو یہاں تک کہ وہ اچھی طرح واضح ہو جائے، اور جب تھوڑا سا چھپ جائے تو نماز مؤخر کردو یہاں تک کہ وہ اچھی طرح غائب ہو جائے''. [البخاری:۳۲۷۲، مسلم:۸۲۹]

یہ تمام احادیث مذکورہ اوقات میں نمازِ نفل کے ممنوع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اور ان کے علاوہ بھی کئی احادیث صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں، اور میں نے امام ابن بازؒ سے صحیح مسلم کی حدیث:۸۲۷ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ نمازِ فجر اور نماز عصر کے بعد نماز کے ممنوع ہونے کے بارے میں وارد احادیث متواتر کے درجہ تک پہنچتی ہیں، اور ممنوعہ اوقات پانچ ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ سبھی نمازیں مثلاً طواف کے بعد دو رکعتیں، تحیۃ المسجد، نمازِ کسوف اور نمازِ جنازہ وقتِ طلوع اور وقتِ غروب کے علاوہ باقی ممنوع اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں.

یاد رہے کہ ان پانچ اوقات کے علاوہ فجر صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا کوئی اور نفل نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلاَّ سَجْدَتَيْنِ)

یعنی ''فجر کے (طلوع ہونے کے) بعد سوائے دو رکعتوں کے اور کوئی نماز نہیں''.

[احمد:۲/۱۰۴، الترمذی:۴۱۹، ابوداؤد:۱۲۷۸، ابن ماجہ:۲۳۵۔ وصححہ الألبانی]

اور اس کی مزید وضاحت ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے، اس میں یہ ہے کہ یسار مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: اے یسار! ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا:

(لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ ، لاَ تُصَلُّوْا بَعْدَ الْفَجْرِ إِلاَّ سَجْدَتَيْنِ)

ترجمہ: ''تم میں جو موجود ہے وہ غیر موجود کو پہنچا دے کہ تم فجر کے (طلوع ہونے کے) بعد دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھو''. [ابوداود:١٢٧٨۔وصححہ الألبانی]

❷ ممنوعہ اوقات میں سببی نمازیں

ممنوعہ اوقات میں سببی نمازوں کے پڑھنے کے جواز یا عدم جواز کے متعلق علماء رحمہم اللہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سببی نمازیں اس نہی سے مستثنیٰ ہیں، امام نوویؒ احادیثِ نہی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''ان احادیث میں پانچ مذکورہ اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان میں غیر سببی نمازوں کا پڑھنا مکروہ ہے، اور ادا کی جانے والی فرضی نمازوں کا پڑھنا جائز ہے، اور جہاں تک سببی نوافل کا تعلق ہے جیسے تحیۃ المسجد، سجودِ تلاوت، سجودِ شکر، نمازِ عید، نمازِ کسوف، نمازِ جنازہ، اور اسی طرح فوت ہونے والی نمازیں ہیں، تو ان کے بارے میں ان کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ اور ایک گروہ ان نمازوں کو ان اوقات میں بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں، اور امام ابوحنیفہؒ اور کچھ دیگر علماء کے نزدیک یہ نمازیں بھی احادیثِ نہی میں شامل ہیں، اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نمازِ عصر کے بعد سنتِ ظہر کا پڑھنا ثابت ہے، اور یہ قضا ہونے والی سنت کے پڑھنے کی صریح دلیل ہے، تو کوئی اور سببی نماز جس کا سبب ممنوع وقت میں ظاہر ہوا سے بالاولیٰ پڑھا جاسکتا ہے، اور قضا ہونے والی فرض نماز اور اسی طرح نمازِ جنازہ بھی بالاولیٰ پڑھی جاسکتی ہے''.

[شرح صحیح مسلم للنووی: ۶/ ۳۵۸۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری: ۲/۵۹ میں بعض سلف سے مطلقا جواز نقل کیا ہے، اور ان کے نزدیک احادیثِ نہی منسوخ ہیں، اور بعض اہلِ علم کے نزدیک ان اوقات میں مطلقا نماز منع ہے]

اور شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ سببی نمازوں کو ممنوعہ اوقات میں پڑھنا جائز ہے. اور ان کا کہنا ہے کہ یہی علماء کا صحیح ترین قول ہے، اور امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے.

[مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیہ: ۲۳/۲۱۰]

اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ احادیثِ نہی غیر سببی نمازوں پر محمول کی جائیں گی، اور ان سے سببی نمازیں مستثنی ہونگی، تا کہ تمام دلائل کے درمیان تطبیق دی جا سکے، تو ان کے اس قول کے بارے میں امام ابن بازؒ کہتے ہیں:

''یہی قول صحیح ترین قول ہے، اور یہ امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا مذہب ہے، اور اسی کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیمؒ نے اختیار کیا ہے، اور اسی سے تمام احادیث پر عمل ہوتا ہے، واللہ اعلم''.

[حاشیۃ ابن باز علی فتح الباری: ۲/۵۹]

اور سببی نمازوں کے مستثنی ہونے کی ایک دلیل حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(یٰا بَنِیْ عَبْدِ مَنَاف ، لاَ تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى، أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ)

ترجمہ: ''اے بنی عبد مناف! کسی ایسے شخص کو منع نہ کرنا جس نے دن اور رات کی کسی

گھڑی میں اس گھر کا طواف کیا، اور نماز پڑھی "

[ابوداؤد:۱۸۹۴،الترمذی:۸٦۸،النسائی:۲۹۲۴،ابن ماجہ:۱۲۵۴۔وصححہ الألبانی، وقال ابن باز: إسناده جيد]

اور حضرت یزید بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے حج میں حاضر ہوا، تو میں نے آپ کے ساتھ مسجدِ خیف میں نمازِ فجر ادا کی، جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی، تو اچانک آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے آخر میں دو شخص ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، آپ نے فرمایا: (عَلَيَّ بِهِمَا) "انہیں میرے پاس لاؤ"۔ چنانچہ ان دونوں کو اس حال میں لایا گیا کہ ان کے کندھوں اور پہلوؤں کے درمیان کا گوشت (خوف کے مارے) کانپ رہا تھا. آپ ﷺ نے پوچھا: "تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا"؟

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنے کجاووں میں (جہاں ہم نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے وہیں) نماز پڑھ لی تھی، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(فَلَا تَفْعَلَا ، إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ ، فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ)

ترجمہ: "ایسے نہ کیا کرو، اور جب تم اپنے کجاووں میں نماز پڑھ لو، پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو، وہ تمہارے لئے نفل نماز ہوگی" .

[الترمذی:۲۱۹،ابوداؤد:۵۷۵،النسائی:۸۵۸۔وصححہ الألبانی]

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں فرمایا:

(إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِيْ رَحْلِهِ ، ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ فَلْيُصَلِّ

مَعَهُ ، فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص جب اپنے کجاوے میں نماز پڑھ لے، پھر امام کو اس حالت میں پائے کہ اس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو، تو وہ اس کے ساتھ بھی نماز پڑھ لے، اور یہ اس کیلئے نفل نماز ہوگی''. [ابوداؤد:۵۷۵]

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

(كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا ، أَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا ؟)

ترجمہ: ''اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم پر ایسے امیر مقرر کئے جائیں گے کہ جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کریں گے یا اس کا افضل وقت نکال کر اسے ادا کریں گے؟'' میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں (کہ میں اس وقت کیا کروں؟)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا ، فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ ، فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ [وَلَا تَقُلْ إِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فَلَا أُصَلِّيْ])

ترجمہ: ''تم بروقت نماز پڑھ لینا، پھر اگر تمہیں ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پڑھ لینا، اور وہ تمہارے لئے نفل نماز ہوگی، اور یہ مت کہنا کہ میں تو نماز پڑھ چکا ہوں، اس لئے میں نہیں پڑھتا''. [مسلم:٦٤٨]

امام نوویؒ کہتے ہیں:

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ فجر، عصر اور مغرب کی نمازوں کو باقی نمازوں کی طرح دوبارہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نماز

دوبارہ پڑھنے کا مطلق حکم دیا ہے اور نمازوں میں فرق نہیں کیا، اور یہی صحیح موقف ہے.
[شرح مسلم للنووی:۵/۱۵۴]

اور حضرت محجن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، نماز کیلئے اذان کہی گئی، رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے، پھر جب واپس آئے تو دیکھا کہ محجن رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر ہی بیٹھے ہوئے ہیں، تو آپ نے پوچھا:
''تمہیں نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟''
انہوں نے کہا: کیوں نہیں، (میں مسلمان ہی ہوں) لیکن میں نے اپنے گھر میں ہی نماز پڑھ لی تھی، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ ، وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ)

ترجمہ: ''خواہ تم نے نماز پڑھ لی ہو، جب آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو''
[النسائی: ۸۵۷۔ وصححہ الألبانی]

یہ اور ان کی ہم معنی دیگر تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس شخص نے نماز پڑھ لی ہو، پھر اسے اسی نماز کی جماعت مل جائے تو وہ نفل کی نیت کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے، اگر چہ وہ وقتِ کراہت کیوں نہ ہو، جیسا کہ حضرت یزید بن الأسود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ وہ نمازِ فجر کا وقت تھا، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت محجن رضی اللہ عنہ کی روایات میں نماز دوبارہ پڑھنے کا مطلق حکم ہے، اور ان میں نمازوں کے درمیان تفریق نہیں کی گئی، لہذا یہ احادیث ان احادیث کے عموم کی تخصیص کر رہی ہیں جن میں ممنوع اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے. [نیل الأوطار: ۲/۲۹۸]

اور رہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ، جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عصر کے بعد میرے گھر میں آئے ، اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ، تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے آج وہ نماز پڑھی ہے جو آپ پہلے نہیں پڑھتے تھے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

" میرے پاس کچھ مال آیا تھا اور میں اتنا مشغول ہوا کہ جو دو رکعتیں میں نمازِ ظہر کے بعد پڑھتا تھا وہ نہ پڑھ سکا ، اس لئے میں نے وہ دو رکعتیں اب پڑھی ہیں". میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم سے وہ دو رکعتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی قضا کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں. [احمد: ۶/ ۳۱۵۔ **وسنده جيد كما قال الإمام ابن باز رحمه الله أثناء تقريره على الحديث : ۱۸۸من بلوغ المرام**]

تو یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے ، امام الصنعانیؒ کہتے ہیں:

" اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت نماز قضا کرنا نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے". [سبل السلام: ۲/ ۵۲۔ نیل الأوطار: ۲/ ۲۶۲]

اسی طرح امام ابن بازؒ نے بھی بلوغ المرام کی حدیث : ۱۸۸ کی شرح کے دوران اسے نبی کریم ﷺ کی ایک خصوصیت قرار دیا.

اور ممنوعہ اوقات میں فرائض کو قضا کرنا بھی جائز ہے ، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا ، لاَ كَفَّارَةَ لَهَا إِلاَّ ذٰلِكَ)

ترجمہ: " جو آدمی کسی نماز کو بھول جائے تو وہ اسے اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے ، اس کیلئے اس کے سوا اور کوئی کفارہ نہیں".

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا:

(مَنْ نَسِيَ صَلاَةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا)

ترجمہ: ''جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اس سے سو یا رہ جائے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے''. [البخاری: ۵۹۷، مسلم: ۶۸۴]

ہم نے اس مسئلے میں اب تک جتنی احادیث ذکر کی ہیں، ان سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ سبھی نمازیں اوقاتِ ممنوعہ میں پڑھی جا سکتی ہیں، مثلاً فوت ہونے والی فرض نماز، جماعت کا ثواب پانے کیلئے دوبارہ پڑھی جانے والی نماز، تحیۃ المسجد، سجدۂ تلاوت، سجدۂ شکر، نمازِ کسوف، طواف کے بعد دو رکعتیں، عصر اور فجر کے بعد نمازِ جنازہ، جمعہ کے روز عین دوپہر کے وقت امام کے منبر پر جانے تک مسجد میں نماز، سنتِ وضو، نمازِ استخارہ، (اگر کسی فوری معاملہ میں استخارہ کرنا ہو اور اسے مؤخر کرنے کی صورت میں اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو) ، صلاۃ التوبہ، سنتِ فجر کو نمازِ فجر کے بعد پڑھنا.... یہ سب سبھی نمازیں ہیں جنہیں اوقاتِ کراہت میں پڑھنا جائز ہے.

[مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۳/۲۵۹، ۲۳/ ۱۷۸، مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ لابن باز: ۱۱/ ۲۸۶، ۳۸۴]

لیکن تین تنگ اوقات میں نمازِ جنازہ پڑھنا اور فوت شدگان کو دفن کرنا ممنوع ہے، اور وہ ہیں: عین غروبِ آفتاب، اور عین طلوعِ آفتاب اور عین زوالِ آفتاب کے وقت، جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے.

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا:

(أَلا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيْ مَعَهُ) ''کیا کوئی آدمی ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے!''

[احمد: ۳/۴۵، ۵/۴۵، ابوداؤد: ۵۷۴، الترمذی: ۲۲۰، الحاکم: ۱/۲۰۹، ابن حبان: ۲۳۹۷، ابو یعلی: ۱۰۵۷۔ وصححہ الألبانی فی الإرواء: ۵۳۵]

اور ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جو کسی سبب کی بناء پر نماز دوبارہ پڑھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے صدقہ کرتے ہوئے اکیلے نماز پڑھنے والے شخص کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھی تاکہ اسے جماعت کا ثواب مل جائے، اور امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ممنوع اوقات میں نماز دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں پڑھی جاسکتی. [مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیہ: ۲۳/۲۶۱، ۲۳/۲۵۹۔ نیز نیل الأوطار: ۲/۳۸۰، المغنی لابن قدامہ: ۲/۵۱۵، المختارات الجلیہ فی المسائل الفقہیہ للسعدی: ۵۰، الشرح الممتع لابن عثیمین: ۴/۱۷۵]

اور وہ امور جن میں نوافل' فرائض سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں وہ علامہ ابن عثیمینؒ کی کتاب الشرح الممتع: ۴/۱۸۴۔۱۸۷ میں دیکھے جاسکتے ہیں .

فہرست مضامین

سلسلة صلاة المؤمن (٧)

مفهومٌ، وفضائلُ، وأقسامٌ، وأنواعٌ، وآدابٌ
في ضوءِ الكتابِ والسُّنَّةِ

تأليف الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

(باللغة الأردوية)

ترجمه: الحافظ محمد اسحاق زاهد

راجعة: د. الحافظ محمد محمود شريف
الداعية بوزارة الشؤون الإسلامية

أشرف على مراجعة الترجمة وتصحيحها المؤلف

سلسلة صلاة المؤمن ٧

صلاة التطوع

مفهوم، وفضائل، وأقسام، وأنواع، وآداب
في ضوء الكتاب والسنة

تأليف الفقير إلى الله تعالى
د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

(باللغة الأردوية)

ترجمه: الحافظ محمد اسحاق زاهد

راجعة: د. الحافظ محمد محمود شريف
الداعية بوزارة الشؤون الإسلامية

أشرف على مراجعة الترجمة وتصحيحها المؤلف

توزيع
مؤسسة الجريسي للتوزيع والإعلان
ص.ب: ١٤٠٥ الرياض: ١١٤٣١
هاتف: ٤٠٢٢٥٦٤ ناسوخ: ٤٠٢٣٠٧٦

ردمك: ١-٢٧٦-٤٩-٩٩٦٠